بسم الله الرحمن الرحيم

علامہ محمد اقبال

(غزل نمبر 1)

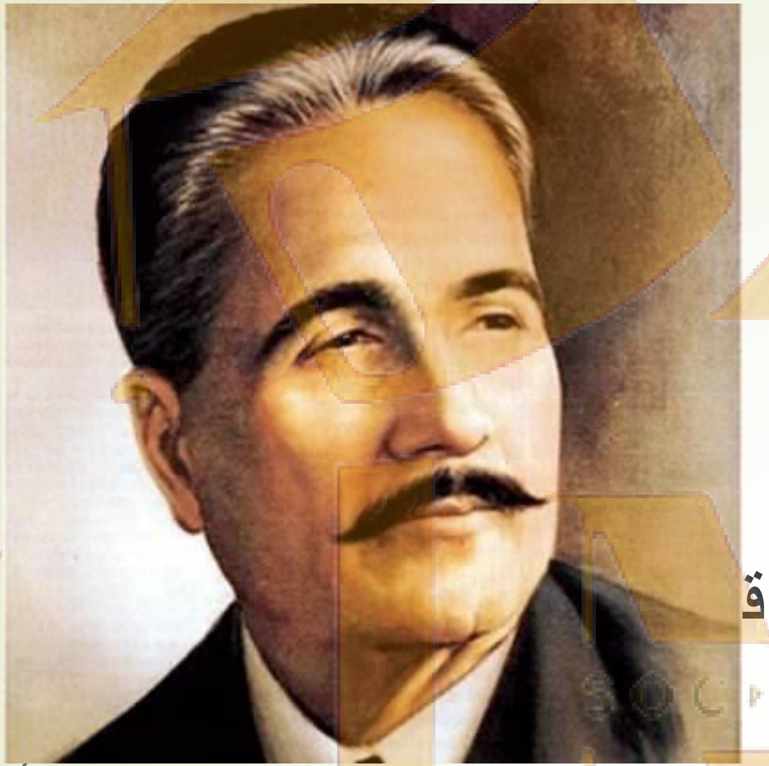

تعارفِ شاعر: (علامہ محمد اقبالؒ)

- ✓ ولادت: 1877ء وفات: 1938ء
- ✓ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔
- ✓ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔
- ✓ اہم کارنامہ 1930ء میں الہٰ آباد کے جلسے میں ق
- ✓ شاعری کے ذریعے حرکت وعمل کا پیغام دیا۔
- ✓ روایتی شعراء کے برعکس شاعری کو نئے موضوعات، خیالات، اسالیب اور فلسفیانہ خیالات سے روشناس کرایا۔
- ✓ شاعرِ مشرق، حکیم الامت اور نباضِ فطرت کہا جاتا ہے۔
- ✓ کلام کا بڑا حصہ فارسی زبان پر مشتمل ہے۔
- ✓ تصانیف: بانگِ درا، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، زبورِ عجم، جاوید نامہ وغیرہ

شعر نمبر 1

مفہوم:

جن کو ہم نے زمین و آسمان میں ڈھونڈا وہ میرے دل کے اندر موجود تھے۔

متعلقہ شعر:

ـہ: میں اس کو کعبہ و بت خانے میں کیوں ڈھونڈنے نکلوں
میرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اس کا

شعر نمبر 2

مفہوم:

اے مجنوں! تو بھی تو لیلی کی طرح پردے میں چھپا بیٹھا ہے ایسے میں اس سے تیرا شکوہ بجا نہیں۔

متعلقہ شعر:

ہے: تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا

خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

شعر نمبر3

مفہوم:

محبوب سے ملاقات کے اوقات بہت جلد گزر جاتے ہیں لیکن جدائی کے لمحے بہت طویل ہو جاتے ہیں۔

متعلقہ شعر:

ہے: آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

شعر نمبر 4

مفہوم:

اے ملاح! تو مجھے ڈوبنے سے کیسے بچا سکتا ہے کہ جو ڈوبنا چاہتا ہو وہ کشتی کے اندر بھی ہو تو ڈوب جایا کرتا ہے۔

متعلقہ شعر:

ان سفینوں کا حال کیا کہیے؟
غرق جن کو کیا کناروں نے

شعر نمبر 5

مفہوم:

اے اللہ! اہلِ دل کے سینوں میں بھلا کیا راز ہوتا ہے کہ ان کی پھونک سے بجھی ہوئی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں۔

متعلقہ شعر:

ہے: جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے اِدھر نکلے

شعر نمبر 6

مفہوم:

ان درویشوں سے اگر عقیدت ہو تو جان جاؤ گے کہ یہ اپنے پاس معجزات رکھتے ہیں۔

متعلقہ شعر:

ہے: نیاز مند مظفرؔ کو بھی بتا ان کا
وہ خاص ہستیاں جن پر تیرے کرم ہیں بہت

شعر نمبر 7

مفہوم:

محبت کے لئے کسی ایسے دل کی تلاش کر جو نازک ہو کیونکہ یہ نازک جذبہ ہے جو سخت دلوں کے لئے نہیں ہے۔

متعلقہ شعر:

ے: تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

شعر نمبر 8

مفہوم:

اے محبوب! تیرے بارے میں خبریں رکھنے والے لوگ بہت عرصے سے تیرے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، اب تواپنی ایک جھلک ہی دکھلا دے۔

متعلقہ شعر:

ے: لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شعر نمبر 9

مفہوم:

اے دل! خاموش ہو جا کہ بھری محفل میں شور مچانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ادب محبت کا سب سے بنیادی اصول ہے۔

متعلقہ شعر:

ے: پاسِ ناموسِ عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تلک آئے تھے

شعر نمبر 10

مفہوم:

میں اپنے ناقدین کو کیسے بُرا کہہ دوں کہ میں تو خود اپنا ناقد ہوں۔

متعلقہ شعر:

اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے من باتوں سے موہ لیتا ہے

گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

ـہ:

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

ماخذ: بانگِ درا

حوالۂ شاعر:

مفہوم:

تشریح:

SOCH BADLO BY MAK

بسم الله الرحمن الرحيم

فیض احمد فیضؔ

(غزل نمبر 2)

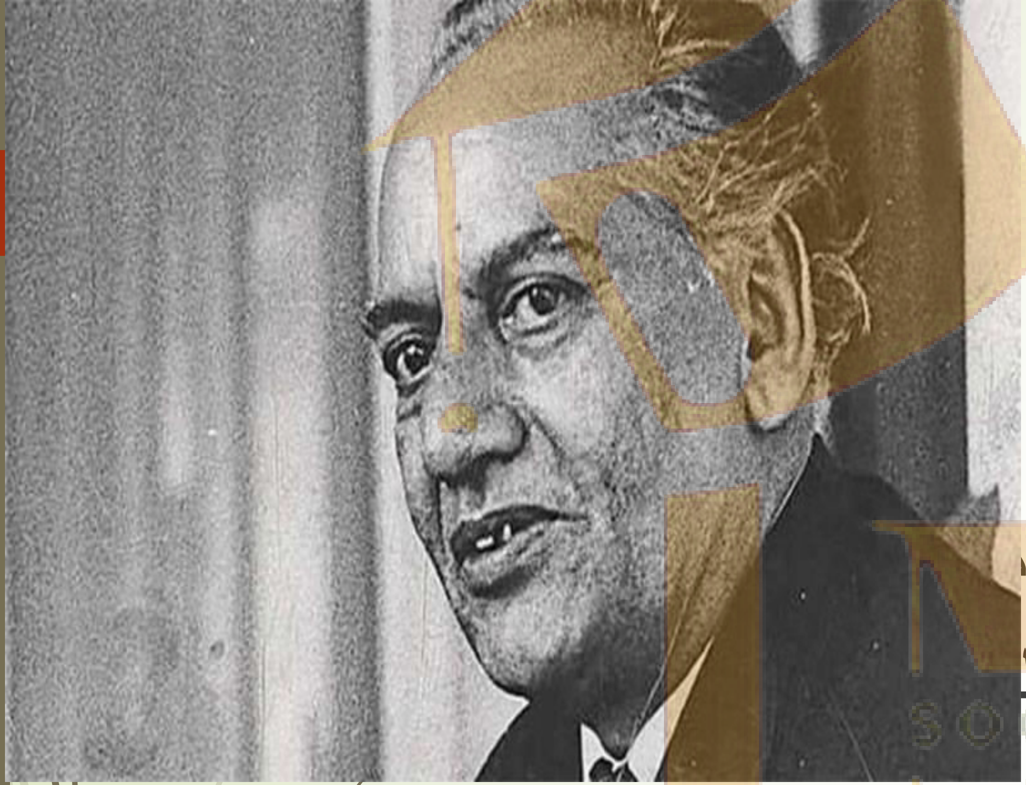

تعارفِ شاعر:

- ولادت: 1910ء وفات: 1984ء
- فیضؔ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔
- پہلا مجموعہ نقشِ فریادی کے نام سے 1941ء
- شاعری میں انسان دوست خیالات کی وجہ سے ل
ملا۔
- ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعراء میں فیضؔ کا مقام بلند ہے۔
- لفظی تصویر کشی کے ساتھ نغمگی، امیجری، استعارہ اور تشبیہ جیسے فنی لوازمات کو خوبی سے استعمال کیا۔
- ان کی شاعری محبت اور حقیقت کا حسین امتزاج ہے۔
- تصانیف: نقشِ فریادی، دستِ صبا، زندان نامہ، سرِ وادی سینا،

شعر نمبر 1

مفہوم:

اب یادوں میں ہر لمحہ تیرا ساتھ میسر ہے۔ صد شکر کہ اب جدائی کی کوئی رات نہیں ہے۔

متعلقہ شعر:

ہے: تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

شعر نمبر 2

مفہوم:

اے دل والو! کیا محبوب کی گلی میں جان قربان کر دینے والے حالات بھی نہیں ہیں؟

متعلقہ شعر:

اچھا ہے اہلِ جور کئے جائیں سختیاں

پھیلے گی یونہی شورشِ حبِ وطن تمام

شعر نمبر3

مفہوم:

اس فانی زندگی نے ختم ہوہی جانا ہے مگر جس شان سے کوئی مقتل میں جاتا ہے بس وہی شان معنی رکھتی ہے۔

متعلقہ شعر:

ہوائے ظلم سوچتی ہے کس بھنور میں آ گئی

وہ اک دیا بجھا تو کئی دئیے جلا گیا

شعر نمبر 4

مفہوم:

میدانِ وفا میں نام و نسب کوئی معنی نہیں رکھتا۔

متعلقہ شعر:

ے: یہ عشق ہے اور اس میں سرفرازی و کمال

رخسار و خال و خط سے نہ نام و نسب سے ہے

شعر نمبر 5

مفہوم:

عشق کا کھیل ایسا ہے
جس میں ہار جیت کوئی
معنی نہیں رکھتی۔

متعلقہ شعر:

ے: دل تمام نفع ہے سودائے عشق
میں
اک جاں کا زیاں ہے سو ایسا
زیاں نہیں

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: فیض احمد فیضؔ

ماخذ: زندان نامہ

حوالۂ شاعر:

مفہوم:

تشریح:

SOCH BADLO BY MAK

بسم الله الرحمن الرحيم

ناصرؔ کاظمی

(غزل نمبر 4)

تعارفِ شاعر (ناصرؔ کاظمی)

- ولادت: 1925ء وفات: 1973ء
- ناصرؔ انبالہ میں پیدا ہوئے۔
- ان کی غزلوں میں قدیم رنگ اور جدید رومانی رویوں کا امتزاج ملتا ہے۔
- ناصرؔ کی غزل میں میرؔ کے طرزِ ادا کے ساتھ ساتھ ان کا طرزِ احساس بھی ملتا ہے۔
- غزلوں میں اپنی مٹی سے ہجرت، فسادات اور قتل و غارت کا دکھ نمایاں ملتا ہے۔
- ان کی غزلوں میں اعلیٰ اقدار کی شکست کا ماتم ہے۔
- ان کی شاعری میں سادگی اور دلکشی ہے۔

شعر نمبر 1

مفہوم:

غم کی رات میں منزل تک پہنچنے کے سفر میں جتنے ساتھی تھے سب جدا ہو گئے۔

متعلقہ شعر:

ہے: سفر میں کوئی کسی کے لئے ٹھہرتا نہیں
نہ مُڑ کے دیکھا کبھی ساحلوں کو دریا نے

شعر نمبر 2

مفہوم:

محبت کے آغاز میں دل میں بہت سے ارمان پیدا ہوئے تھے جو اب یاد بھی نہیں۔

متعلقہ شعر:

کیا ستم ہے کہ اب تیری صورت
غور کرنے پہ یاد آتی ہے

شعر نمبر3

مفہوم:

میرا دل ابھی تک کسی کی یاد کی کسک محسوس کرتا ہے۔

متعلقہ شعر:

ساجدؔ تو پھر سے خانۂ دل میں تلاش کر

ممکن ہے کوئی یاد پرانی نکل پڑے

شعر نمبر 4

مفہوم:

ستاروں اور پھولوں جیسا چہرہ رکھنے والے محبوب کی صورت بھی اب یاد نہیں۔

متعلقہ شعر:

ے: بھول گئی وہ شکل بھی آخر
کب تک یاد کوئی رہتا ہے

شعر نمبر 5

مفہوم:

جب سے محبوب کے لب و رخسار کی خوبصورتی بھلا بیٹھا ہوں تب سے خیالات کی دنیا سے رنگینی ختم ہو گئی ہے۔

متعلقہ شعر:

ے: جاتے جاتے آپ اتنا کام تو کیجئے مرا
یاد کا سارا سروسامان جلاتے جائیے

شعر نمبر 6

مفہوم:

اب ماضی کے گلی کوچے باوجود کوشش کے بھی یاد نہیں رہے۔

متعلقہ شعر:

ہے: ہمارے زخمِ تمنا پُرانے ہو گئےہیں

کہ اس گلی میں گئے اب زمانے ہو گئے ہیں

شعر نمبر 7

مفہوم:

اب تو وہ صورت بھی یاد نہیں جس کو زندہ رہنے کے لئے ضروری تصور کرتے تھے۔

متعلقہ شعر:

ے: دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا

تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

شعر نمبر 8

مفہوم:

میں اپنے دوستوں کو یاد ہی کب تھا کہ اب ان کے بھول جانے پہ ان سے شکوہ کروں۔

متعلقہ شعر:

ے: یا وفا ہی نہ تھی زمانہ میں
یا مگر دوستوں نے کی ہی نہیں

شعر نمبر 9

مفہوم:

ہمیں میلے کی سیر تو یاد ہے لیکن اس خوشی بھرے لمحے میں دل بجھنے کی وجہ یاد نہیں۔

متعلقہ شعر:

ے: داغِ دل ہم کو یاد آنے لگے
لوگ اپنے دئیے جلانے لگے

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: ناصرؔ کاظمی

ماخذ: برگِ نے

حوالۂ شاعر:

مفہوم:

تشریح:

SOCH BADLO BY MAK

بسم الله الرحمن الرحيم

شکیبؔ جلالی

(غزل نمبر 5)

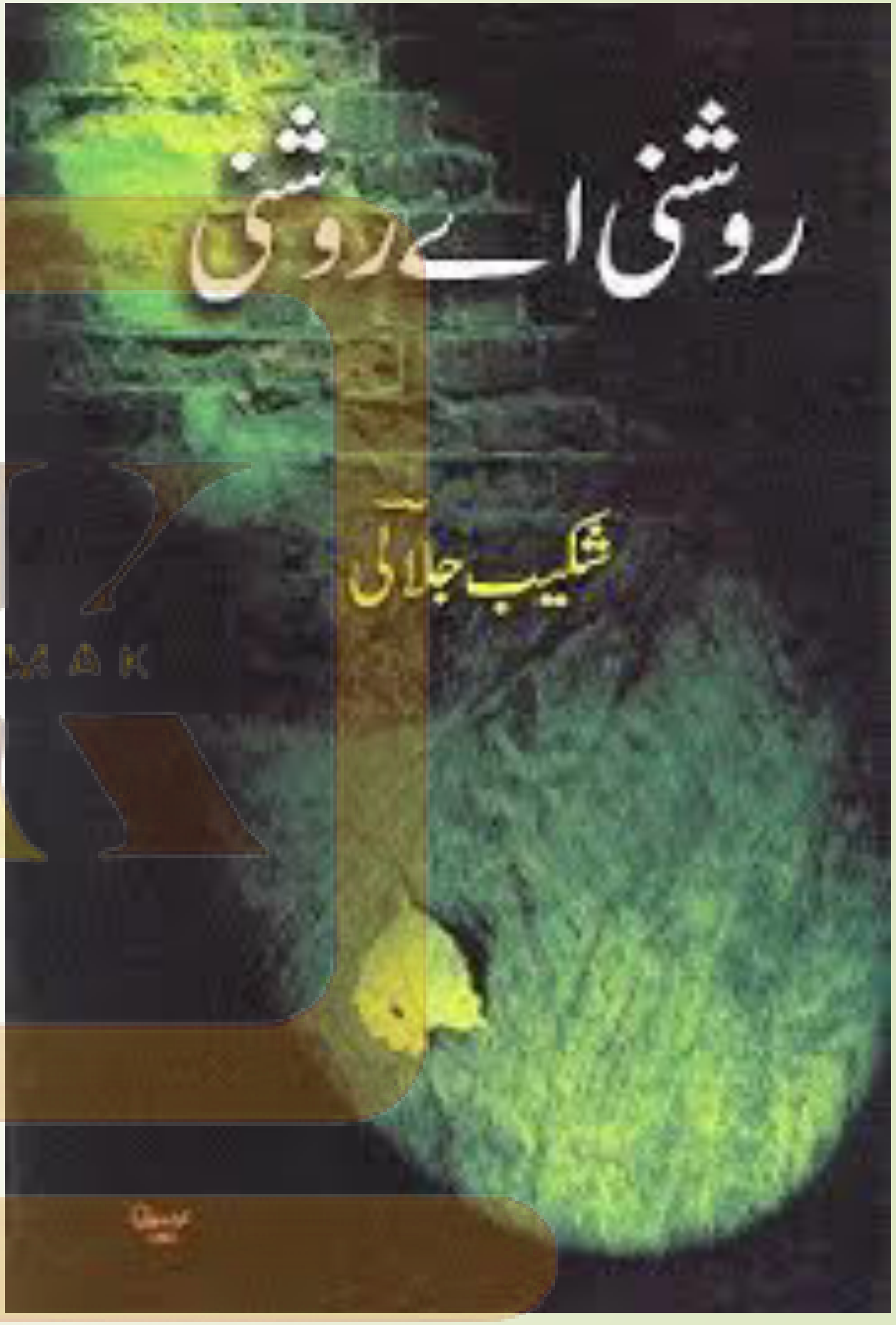

تعارفِ شاعر (شکیبؔ جلالی

- ولادت: 1934ء   وفات: 1966ء
- شکیبؔ قصبہ جلالی، ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے
- شاعری میں جدید رجحانات کے باعث شکیبؔ بہ
گئے۔
- وہ آسان زبان کے شاعر سمجھے جاتے ہیں لیکن آسان الفاظ میں معنوی تہہ داری موجود ہے۔
- چند نظمیں بھی کہیں لیکن اصل مہارت غزل کے میدان میں ہے۔
- مجموعہ کلام روشنی اے روشنی بہت جلد مقبول ہوا اور اکثر اشعار زبان زد عام ہو گئے۔
- زندگی کرب و ملال اور تلخیوں میں گزری جس کی وجہ سے کئی ذہنی و نفسیاتی امراض کا شکار ہوئے

SOCH BADLO BY MAK

شعر نمبر 1

مفہوم:

بد قسمتی کی اس انتہا پر ہوں کہ جہاں غم مجھے ملتے ہیں اور میرے حصے کی خوشیاں دوسروں کا نصیب بن جاتی ہیں۔

متعلقہ شعر:

ے: سب نے مجھ ہی کو دربدر دیکھا

بے گھری نے مرا ہی گھر دیکھا

شعر نمبر 2

مفہوم:

جس طرح دیوار گرتی ہے تو
اپنی حدود میں گرتی ہے
ویسے ہی مجھے اگر گرنا ہے
تو اپنے ہی قدموں پہ گروں۔

متعلقہ شعر:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

شعر نمبر3

مفہوم:

میرے گھر میں ٹوٹ کر گرنے والے ستارے مزید تاریکی پھیلا گئے۔

متعلقہ شعر:

ہ: تیرگی ہی تیرگی، حدِ نظر تک تیرگی

کاش میں ہی سلگ اٹھوں اندھیری رات میں

شعر نمبر 4

مفہوم:

جب ہمسائے میں کسی گھر کی دیوار گرتی ہے تو مجھے اپنے گھر کی شکستگی شاید خوف میں مبتلا کر دیتی ہے۔

متعلقہ شعر:

ے: متاعِ درد مآل حیات ہے شاید
دل شکستہ مری کائنات ہے

SOCH BADLO BY MAK

شعر نمبر 5

مفہوم:

نہ جانے کب سانس کا سلسلہ ٹوٹ جائے اور موت کی یہ تلوار سر پہ آن گری۔

متعلقہ شعر:

آخر اک روز تو پیوندِ زمیں ہونا ہے

جامۂ زیست نیا اور پُرانا کیسا

شعر نمبر 6

مفہوم:

بلندی کی طرف نہ دیکھا کرو کہیں سر سے پگڑی نہ گر جائے۔

متعلقہ شعر:

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: شکیبؔ جلالی

ماخذ: روشنی اے روشنی

حوالۂ شاعر:

مفہوم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم

ظفرؔ اقبال

(غزل نمبر 7)

تعارفِ شاعر (ظفرؔ اقبال)

- ولادت: 1923ء
- ظفرؔ اوکاڑہ میں پیدا ہوئے۔
- ان کی شاعری کا سفر نصف صدی سے زیادہ کا
- غزل کی صدیوں پروانی روایتی فضا اور غزل کی موروثی جمالیات کو مکمل تبدیل کر دیا۔
- ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے انہیں بیسویں صدی کا ادبی مرتد اور روایتی غزل کی غلامی سے آزاد ہونے والا پہلا شاعر کہا ہے۔
- تصانیف: تمجید، تقویم، تشکیل، تجاوز، توارد، تساہل، آب رواں، اب تک (کلیات) وغیرہ

شعر نمبر 1

مفہوم:

ہمیں کبھی بھی تیرا قُرب نصیب نہ ہوا کیونکہ تجھ سے محبت کے سوا میرا اور کوئی رشتہ نہیں رہا۔

متعلقہ شعر:

ے: عجزِ خاکساری کیوں، فخرِ کجکلاہی کیا

جب محبتیں کی ہیں پھر کوئی گواہی کیا

شعر نمبر 2

مفہوم:

ہم نے محبت کے بعد بھی محبوب کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کی لہٰذا ہم نے دیوانوں کی طرح صحراؤں کی خاک نہیں چھانی۔

متعلقہ شعر:

نہ چنچل کھیل جوانی کے نہ پیار کی الھڑ گھاتیں تھیں

بس راہ میں ان کا ملنا تھا یا فون پر اُن سے باتیں تھیں

شعر نمبر3

مفہوم:

اے محبوب! تو نے بھی ہم سے خاص کرم کا مظاہرہ نہ کیا ا اور ہم نے بھی تجھ سے بطور عاشق کوئی الگ سلوک روا نہ رکھا۔

متعلقہ شعر:

ہے: نہ طرزِ خاص نہ اندازِ گُل فشاں لے کر
پکارتا ہوں میں تجھ کو تری زباں لے کر

شعر نمبر 4

مفہوم:

اے محبوب! کئی بار تجھ سے محبت کے حوالے سے ترا ارادہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن کبھی پوچھنے کی ہمت نہیں ۔

متعلقہ شعر:

دل سبھی کچھ زبان پر لایا :ـہ
اک فقط عرضِ مدعا کے سوا

شعر نمبر 5

مفہوم:

ٹُو ہمیں محفل میں بہت اچھا لگا لیکن ہم نے وہاں جان بوجھ کے تیری حمایت نہیں کی۔

متعلقہ شعر:

ے:صاف توہین ہے یہ دردِ محبت کی حفیظؒ

حسن کا راز ہو اور میری زباں تک پہنچے

شعر نمبر 6

مفہوم:

ہمارا ظرف اتنا وسیع بھی نہیں ہے کہ کچھ بُرا نہیں لگا، بس ہم نے کبھی شکایت ہی نہیں کی۔

متعلقہ شعر:

ے: تجھ سے پاسِ وفا ذرا نہ ہوا
ہم سے پھر بھی تیرا گِلہ نہ ہوا

شعر نمبر 7

مفہوم:

اے محبوب! ہم مانتے ہیں کہ ہم نے کبھی تجھ سے محبت کا سوال نہیں کیا لیکن تُو نے بھی کبھی مجھ پہ نظرِ کرم نہیں کی۔

متعلقہ شعر:

ے: بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے

نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

شعر نمبر 8

مفہوم:

یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایسے ہی ہونا تھا اس لئے ہم نے کسی بات پہ حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

متعلقہ شعر:

کوئی حیرت ہے نہ اس بات کا رونا ہے ہمیں

خاک سے اٹھے ہیں سو خاک ہی ہونا ہے ہمیں

شعر نمبر 9

مفہوم:

مجھے جو اس دنیا میں ملا وہ بھی بہت زیادہ تھا اس لئے جو نہیں ملا اس پہ کبھی اظہارِ افسوس نہیں کیا۔

متعلقہ شعر:

جینے والوں سے کہو کوئی تمنا ڈھونڈیں
ہم تو آسودۂ منزل ہیں ہمارا کیا ہے

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: ظفرؔ اقبال

ماخذ: تشکیل

حوالۂ شاعر:

SOCH BADLO BY MAK

مفہوم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم

شہزادؔ احمد

(غزل نمبر 8)

تعارفِ شاعر (شہزادؔ احمد)

- ولادت: 1932ء   وفات: 2012ء
- شہزادؔ احمد امرتسر میں پیدا ہوئے۔
- اپنے اسلوب سے غزل کو نئی جہت سے آشنا کیا
- انسانی مسائل اور عالمگیر حقائق کی مدد سے
کوشش کی۔
- اردو کے جدید شعرا میں شہزادؔ احمد کا نام بھی آتا ہے جنہوں نے جدید تقاضوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔
- ان کی غزل منافق اور بے حس لوگوں کا نوحہ ہے۔
- ڈاکٹر انورسدید کے مطابق شہزادؔ نئی غزل کے مزاج دان ہیں۔
- تصانیف: صدف، جلتی بجھتی آنکھیں، ادھ کھلا دریچہ، پیشانی

SOCH BADLO BY MAK

شعر نمبر 1

مفہوم:

میرا محبوب مجھ پہ زیادہ مہربان نہ سہی مگر مجھے دیکھتے ہی پہچان لیتا تھا۔

متعلقہ شعر:

کہا اس نے دیکھا جو در پر مجھے

کہاں سے یہ خانہ خراب آ گیا

شعر نمبر 2

مفہوم:

ہم جو اپنی ہر بات ضد کر کے منوایا کرتے تھے اب محبت کے اس مقام پہ پہنچ گئے ہیں جہاں اب ہم تیری رضا میں راضی ہیں۔

متعلقہ شعر:

ے: پیار میں خم ہے یہ سر تسلیم
خم

آپ اب جانیئے کیا کیجئیے

شعر نمبر3

مفہوم:

وہ لوگ جو کبھی تجھ سے نفرت کیا کرتے تھے اب تیری گلی کے طواف کرتے ہیں۔

متعلقہ شعر:

ـے:

آلودہ اس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میرؔ
آبِ حیات سے بھی نہ وے پاؤں دھوئیے

شعر نمبر 4

مفہوم:

پہلے لوگ پتھروں کو بھی خدا مان کے ان کی پوجا کرتے تھے اور اب جیتے جاگتے انسان کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔

متعلقہ شعر:

ے: انسان کی بلندی و پستی کو دیکھ کر

انساں کہاں کھڑا ہے ہمیں سوچنا پڑا

شعر نمبر 5

مفہوم:

اے دوستو! تم ہی تو میری دلجوئی کرنے والے تھے، اب تم ہی میرے قتل کے مشورے دے رہے ہو۔

متعلقہ شعر:

ہے: دوست نے دل کو توڑ کر نقشِ وفا مٹا دیا

سمجھے تھے ہم جسے خلیل،کعبہ اسی نے ڈھا دیا

شعر نمبر 6

مفہوم:

کبھی ہم لوگ بھی خاک تھے اب ہماری نظریں نئے جہان تسخیر کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔

متعلقہ شعر:

آئینِ نو سے ڈرنا ، طرزِ کہن پہ اَڑنا

منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

غزلیہ اشعار کی تشریح

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: شہزادؔ احمد

ماخذ: دیوار پہ دستک

حوالۂ شاعر:

مفہوم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

جوابِ شکوہ

از

علامہ محمد اقبالؒ

تعارفِ شاعر: (علامہ محمد اقبال)

- ✓ ولادت: 1877ءوفات: 1938ء
- ✓ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔
- ✓ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔
- ✓ اہم کارنامہ 1930ء میں الہٰ آباد کے جلسے میں قیامِ پاکستان کی تجویز دی۔
- ✓ شاعری کے ذریعے حرکت وعمل کا پیغام دیا۔
- ✓ روایتی شعراء کے برعکس شاعری کو نئے موضوعات، خیالات، اسالیب اور فلسفیانہ خیالات سے روشناس کرایا۔
- ✓ شاعرِ مشرق، حکیم الامت اور نباضِ فطرت کہا جاتا ہے۔

تعارفِ نظم

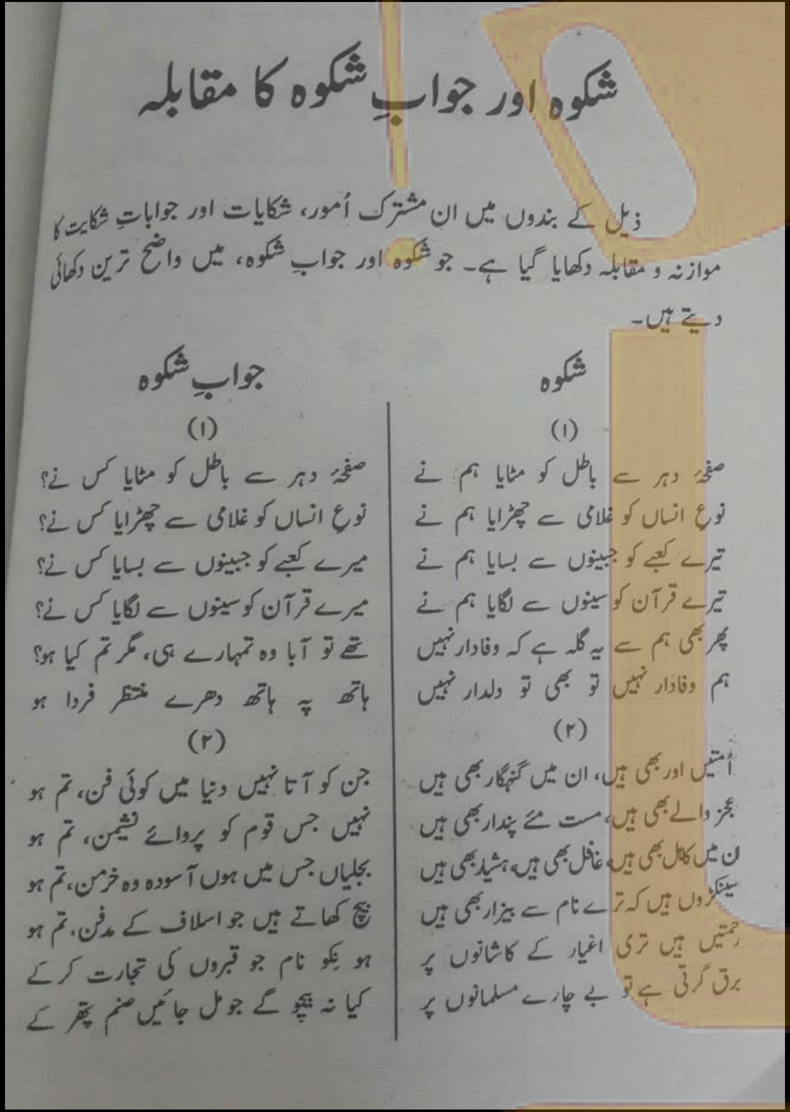

شکوہ اور جوابِ شکوہ کا مقابلہ

ذیل کے بندوں میں ان مشترک اُمور، شکایات اور جواباتِ شکایت کا موازنہ و مقابلہ دکھایا گیا ہے۔ جو شکوہ اور جوابِ شکوہ، میں واضح ترین دکھائی دیتے ہیں۔

شکوہ

(۱)

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

(۲)

اُمتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں
عجز والے بھی ہیں، مست مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں
سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

جوابِ شکوہ

(۱)

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

(۲)

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

- 1911ء میں اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم شکوہ تحریر کی جس میں مسلمانوں کی عظمت کے بعد زوال کا ذکر بہت دردناک انداز میں اللہ سے شکوے کے انداز میں کیاہے۔

- اس نظم کے جواب میں 1913ء میں اقبال نے جوابِ شکوہ لکھی جس میں مسلمانوں کے زوال کی اصل وجہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں اللہ کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی خیال (جوابِ شکوہ)

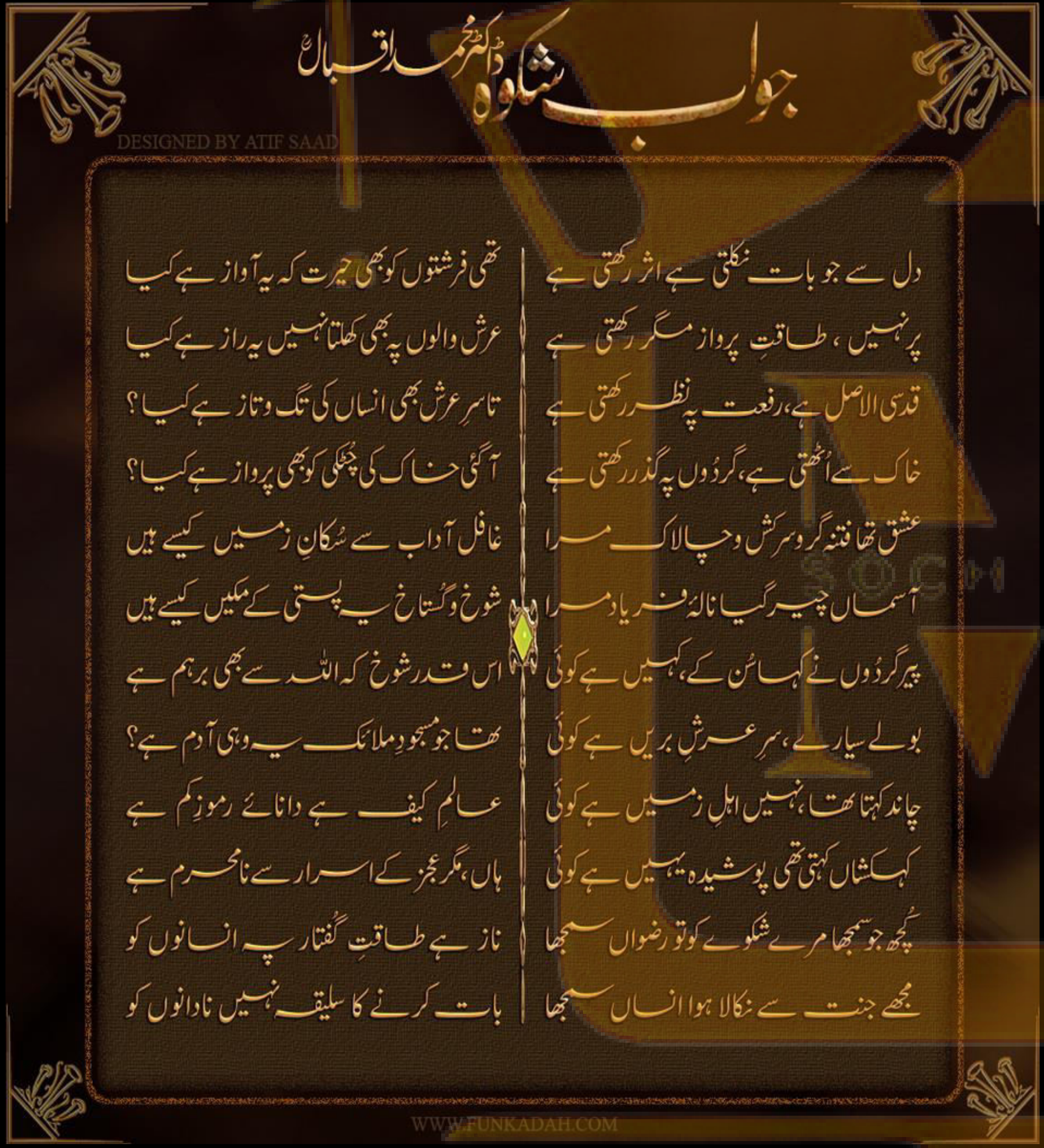

اس نظم میں علامہ محمد اقبالؒ امتِ مسلمہ کے زوال کی وجوہات کو بیان کرتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کی وجہ قرآن و سنت سے دوری ہے۔ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں پر اکتفا کر کے خود محنت کرنا چھوڑ چکے ہیں اس لئے غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

نظم کے اہم نکات:

بند نمبر 1:

مفہوم

- اس بند میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ بڑی مؤثر ہوتی ہے، اگرچہ اس کے پَر نہ ہوں لیکن اس میں اڑنے کی قوت ہوتی ہے اور وہ ہر جگہ پھیلتی ہے۔ ایسی بات کی اصل پاک ہوتی ہے اس لئے وہ بلندی کی طرف جاتی ہے اور زمین سے اٹھ کر آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ میرا عشق فتنے پیدا کرنے والا، سرکش اور چالاک تھا۔ اسے کوئی چیز نہ

متعلقہ شعر:

- بقول اقبالؒ ہے:

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی

اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

بند نمبر 2:

مفہوم:

شاعر کہتے ہیں کہ یہ نالہ بوڑھے آسمان نے سنا تو کہا، بھئی! کہیں کوئی فریاد کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سیارے بولے کہ کہیں کا تو سوال ہی نہیں، یہ آواز تو عرشِ بریں سے آ رہی ہے۔ چاند کہہ رہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو یہ صدا تو زمین کے کسی رہنے والے کی ہے۔ کہکشاں نے کہا کہ میں تو سمجھتی ہوں کہ یہیں کہیں کوئی چھپا بیٹھا ہے۔ ان سب کے اندازوں کے اندر اگر کسی نے

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

؎: سامنے ان کے تڑپ کر اس طرح فریاد کی
میں نے پوری شکل دکھلا دی دلِ ناشاد کی
اس حریم قدس میں کیا لفظ و معنی کا گزر
پھر بھی سب باتیں پہنچتی ہیں لب فریاد کی

بند نمبر 3:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ـہ:

اپنی گردن جھکا کر بات کرو

تم نکالے گئے ہو جنت سے

مفہوم:

اقبالؒ کہتے ہیں کہ جب میرے نالے آسمان پر پہنچے تو اہلِ آسمان میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔ اس آواز پہ فرشتے بھی حیران ہونے لگے کہ یہ کیسی آواز ہے جس نے آسمانوں میں ہر چیز کو اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ فرشتے اس امر پر حیرت زدہ تھے کہ جو صدا ان تک پہنچ رہی ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ جو لوگ عرش پر مقیم تھے وہ بھی اس راز تک نہ پہنچ سکے۔ ان کو تعجب ہوا کہ انسان جیسی بے بس مخلوق کی پہنچ آسمانوں تک بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا خاک کی چٹکی میں وہ صلاحیت پیدا

SOCH BADLO BY MAK

بند نمبر 4:

متعلقہ شعر:

- بقول مصحفیؔ:

ے:

کیسی فرفر زبان چلتی
ہے
اس کی گفتارِ بےخطر
کو دیکھ

مفہوم:

اقبالؔ کہتے ہیں کہ فرشتے اس جسارت پہ حیران تھے اور کھل کر تنقید کر رہے تھے کہ مخلوق اتنی نڈرکیسےہو سکتی ہے کہ خالق سے شکوے کرنے لگے۔ فرشتے کہنے لگے کہ یہ فریادی تو اس قدر شوخ ہے کہ ربِ ذوالجلال سے بھی برہمی کا اظہار کر رہا ہے۔ کیا یہ وہی آدم ہے جس کو کبھی فرشتوں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حکم سے سجدہ کیا تھا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ انسان کائنات کی تمام حقیقتوں سے آگاہ ہے، یہ درست ہے کہ وہ اپنی عقل و دانش کے ذریعے ہر شے تک رسائی بھی حاصل کر سکتا ہےتاہم لگتا یوں ہے کہ ان خصوصیات کے باوجود وہ عجز و انکسار

بند نمبر 5:

مفہوم:

- عرشِ بریں سے ایک اور آواز بلند ہوئی ، اس آواز نے شاعر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ بےشک تیری کہانی بڑی دردناک ہے، تیری داستان غم و اندوہ سے لبریز ہے۔ تیری آنکھ کا پیالہ بےقرار آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے۔ تیری آنکھ سے جو آنسو نکلے ہیں ان کی سچائی میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ تیری یہ شوخ لہجے والی فریاد آسمان تک پہنچ چکی ہے اور تیرے اِس نعرۂ مستانہ سے آسمان گونج اٹھے ہیں۔ تیرے دیوانے دل کی زبان کس قدر شوخ ہے ، البتہ تو نے اپنے شکوے کا جس انداز سے اظہار کیا ہے اس میں شکایت کو بھی شکر کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے:

غماز بن گئے ہیں آنسو غمِ نہاں کے
آنکھوں سے گر رہے ہیں ٹکڑے میری فغاں کے

بند نمبر 6:

مفہوم:

- ربِ ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم تو ہمیشہ بخشش پر مائل رہتے ہیں لیکن کوئی سوالی ہی ایسا نہیں جو اس بخشش سے فائدہ اٹھائے۔ ہم تو ہمیشہ سے مائل بہ کرم ہیں مگر جب کوئی سائل ہی نہ ہو تو یہ عنایات بھلا کس پہ کی جائیں۔ جب چلنے والا ہی کوئی نہ ہو تو راستہ بھلا کسے دکھایا جائے؟ ہم نے تو تربیت اور لطف و کرم کو عام کر رکھا ہے مگر قبول کرنے والا جوہر ہی نہ ہو تو نتیجہ کیا نکلے؟ صورتِ حال تو یہ ہے کہ تیری قوم میں تو وہ مادہ ہی نہیں جو قوموں کی تعمیر کا سبب بنتا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہ مٹی ہی نہیں جس سے آدم کی تعمیر ممکن ہو سکے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

آ تجھ کو بتاؤں تیری تقدیر کا لکھا ہے:

لیس للانسان الا ما سعیٰ

بند نمبر 7:

مفہوم:

- صدائے برحق بلند ہوتی ہے کہ اب یہ بھی سن لو کہ اس دور کے مسلمان صرف بے عمل اور قوتِ تخلیقی اپچ سے محروم ہی نہیں بلکہ ان کے دل بھی کفر و الحاد کے عادی بن چکے ہیں۔ یہ امتی تو رسولِ کریم ﷺ کے لئے کچھ عزت کا باعث نہیں ہو سکتے ، یہی لوگ ان کو رسوا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ اس امت کا ماضی تو اس قدر شاندار تھا کہ اس میں بُت شکن موجود تھے اب بُت شکن اس دنیا سے اٹھ گئے ہیں۔ اب جو باقی رہ گئے ہیں وہ تو عملی سطح پر بُت تراشتے پھرتے ہیں۔ اس کی مثال سمجھنی ہو تو یوں سمجھ لو کہ باپ ابراہیمؑ ہے جو بُت شکن تھے اور بیٹے آزر کی حیثیت رکھتے ہیں جو بُت تراش تھا۔ اس امتِ مسلمہ نے پرانی اقدار کو فراموش کر کے نئے

متعلقہ شعر:

- بقولِ شاعر:

ہے: بتوں سے تجھ کو امیدیں،خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

بند نمبر 8:

مفہوم:

- اے مسلمانو! مجھے کم از کم ان سوالات کا جواب تو دو کہ اس دنیا سے کفر و باطل کا نشان مٹانے والا کون تھا؟ یہ بھی بتاؤ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو غلامی کے چنگل سے آزاد کروانے والا کون تھا؟ کس نے ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والی انسانیت کو مظالم سے نجات دلائی؟ کس نے میرے کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اس پہ خالص سجدوں کے نشان ثبت کئے؟ تم جو عبادت کے اتنے دعوے کر رہے ہو آخر یہ تو بتاؤ کہ میرے سجدوں سے کس نے حرمِ پاک کو آباد کیا؟ آخری بات یہ بتاؤ کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میرے بھیجے ہوئے صحیفے یعنی قرآن کو اپنے سینوں سے لگا کر رکھا؟ بے شک یہ تمام اعمال کرنے والے تمہارے اسلاف تھے۔ وہ تمہارے باپ دادا تھے جن کے ہاتھوں یہ تمام کارنامے سر انجام

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

بند نمبر9:

مفہوم:

- اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس شکوہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ تم نے کیا کہا کہ مسلمان سے ہم نے حور کا صرف وعدہ ہی کیا ہوا ہے اور حور و قصور کفار کو عنایت کرتے ہیں؟ مگر سوچو کہ اگر کوئی شخص بےجا شکوہ بھی کرتا ہے تو اس کے لئے بھی تہذیب و شعور درکار ہوتا ہےاے مسلمان! کائنات کے رموز پہ غور کر تو تجھ پہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ کائنات کو پیدا کرنے والا خدا عادل ہےچنانچہ اگر کافر بھی مسلمانوں کے طور طریقے اختیار کر لیں تو عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو ان تمام انعامات سے نوازا جائے جن کا کوشش و محنت کرنے والے سے وعدہ کیا گیا۔ کافر کو حوریں اور محل اس وقت ملے جب اس نے مسلمانوں کے سے طریقے اختیار کر لئے۔تم میں تو کوئی حوروں کو جاننے والا ہی نہیں ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: وہ تھا جلوہ آراء مگر تم نے موسیٰؑ
نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا

بند نمبر 10:

مفہوم:

- اقبالؒ وطنیت کے اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بالفرض سلطنتِ ایران ختم بھی ہو جاتی ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اسلام اور مسلمان ختم ہو جائیں گے۔ تجھے یاد رکھنا چاہیئے کہ تو ایران یا کسی دوسرے ملک کے مٹ جانے سے مٹ نہ سکے گا۔ اس کی مثال شراب کا نشہ ہے جس کا عملاً پیمانے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ نشہ شراب میں ہوتا ہے پیمانے میں نہیں۔ اس حقیقت کی گواہی تاریخ سے لے لو کیونکہ یہ حقیقت تاتاریوں کے حملوں سے بھی کھل جاتی ہے۔ ایک زمانے میں تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ لیکن آخر کار وہ خود اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اس طرح کعبے کو بت خانے سے نگہبان مل گئے۔ جہاں تک تیری ذات کا تعلق ہے کم سچائی کو زندہ رکھنے کے لئے

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے:

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

بند نمبر 11:

مفہوم:

- اے مسلماں! تو خوشبو کی طرح کلی میں کیوں بند پڑا ہے؟ تیرے لئے لازم ہے کہ اس قید سے رہا ہو کر گلستان کی ہوا کے کاندھے پر رختِ سفر باندھ کر سارے عالم میں پھیل جا. اپنا کُل اثاثہ اس چمن کی ہوا کے کندھے پر رکھ اور چہار سو بکھر جا، اپنی پوشیدہ صلاحیتیں سب کے سامنے عیاں کر دے تا کہ تمام عالم تیری اہمیت سے آگاہ ہو جائے. اگر چہ تو ایک بےمایہ ذرے کی مانند ہے لیکن اپنی اہمیت پہچان. اگر تو بے بضاعت اور بےمال و منال ہے تو ایسی صلاحیت پیدا کر کہ ذرے سے بیاباں میں تبدیل ہو جائے. اپنے اندر موج کے نغمے کی جگہ طوفان کے ہنگامے پیدا کر. ایسا کرنے کے لئے تجھے ایمان کی قوت کے ساتھ ساتھ عشق کے جذبے کی بھی ضرورت ہے. تو جذبۂ عشق کو اپنا رہبر و رہنما بنا اور ہر پستی کو

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:
- ؎: شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زناری بُت خانۂ ایام ابھی

بند نمبر12:

مفہوم:

- مسلمانوں کو ان کے شکوے کا جواب دیتے ہوئے ان کی کاہلی و سستی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اپنے حال پر بھی غور کرو۔جسے دیکھو آرام طلبی کی شراب میں مست نظر آتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہو ، کیا اندازِ مسلمانی یہی ہے جس کے تم عادی ہو چکے ہوتم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو حالانکہ تمہارا کوئی انداز مسلمانوں والا نہیں ہے۔ اگر دیکھا جائے تو تم میں حضرت حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سا فقر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی دولت نہیں ہے۔ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب العلم تھے، امیر المومنین تھے تم میں ان جیسی درویشی ہے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی امیرانہ شان و شوکت ہے۔ اس صورت میں کیا اس امر کی جوابدہی

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

بند نمبر13:

مفہوم:

- آخری بند میں اقبالؒ اپنا زورِ بیان ختم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کی زبان میں فرماتے ہیں کہ اے امتِ مسلمہ کے فرزند! عقل تیرے لئے ڈھال اور عشق تیری تلوار ہے۔ تو اپنی عقل کو استعمال میں لا کر دنیا کی تسخیر کر سکتا ہے اور اپنے عشقِ حقیقی کی بدولت ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پھیلا کر دشمنانِ دین کے مکر و فریب کا جواب دے سکتا ہے۔ اے میرے درویش! تیری خلافت سارے جہان پر چھائی ہوئی ہے۔ تیری تکبیر معبودِ حقیقی کے سوا سب کے لئے آگ کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کفر و باطل کی تمام قوتوں کو اپنی تکبیر کی حرارت سے جلا کر راکھ کر دے۔ اگر تو پختہ عقیدہ رکھنے والا سچا اور پکا مسلمان بن جائے تو تیری تدبیر ہی تقدیر کا روپ دھار لے گی کیونکہ تو اگر تو حقیقی معنوں میں صاحبِ ایمان بن جائے گا تو

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے:

محمدﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

نظم کا نام: جوابِ شکوہ

ماخذ: بانگِ درا

حوالۂ شاعر: ____________________

____

حوالۂ نظم: ____________________

____

تشریح: ____________________

____

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

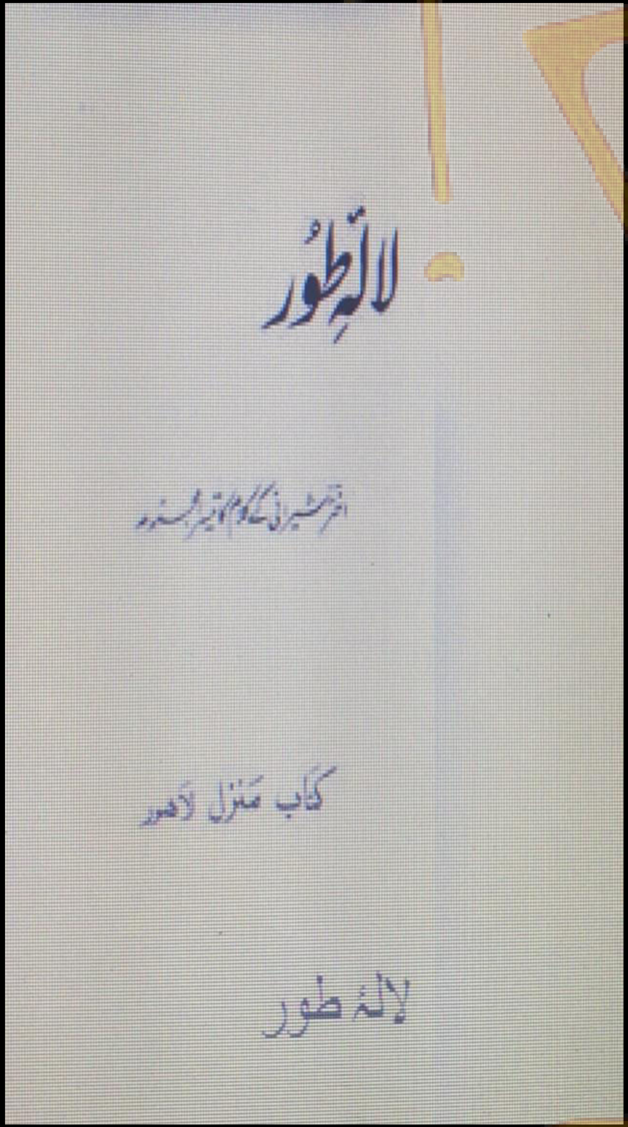

بڑھے چل

از

اختر شیرانی

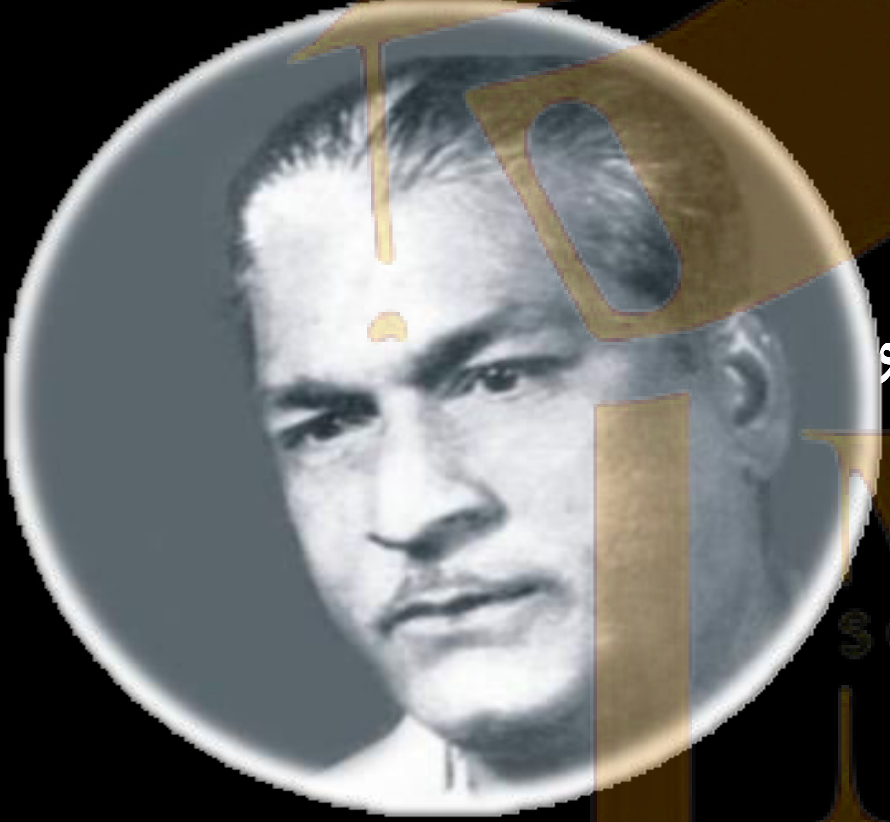

تعارفِ شاعر (اختر شیرانی)

- ولادت: 1905ءوفات: 1948ء
- اختر شیرانی کا اصل نام محمد داؤد خاں تھ او
  اخترؔ تخلص کرتے تھے۔
- ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔
- کم عمری میں ہی شعر کہنے شروع کر دئیے۔
- مناظرِ فطرت سے گہری دلچسپی تھی۔
- اپنے دور کے اہم رومانی شاعر تھے۔
- ان کے نزدیک شاعری ایک ایسا جذبہ ہے جو عاشقانہ تنہائیوں کی پیداوار ہے۔
- با شعور فنکار، جنہوں نے مروجہ اسالیب سے گریز کرتے ہوئے ہئیت کے مختلف تجربے کیے ہیں۔

مرکزی خیال

- نظم "بڑھے چلو" میں شاعر اختر شیرانی وطن سے محبت کاجذبہ ابھارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے میرے بہادرو! وطن کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرنا کیونکہ وطن کو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔ وطن تمہاری

نظم کے اہم نکات:

بند نمبر 1:

مفہوم

- اے میرے مجاہدو! تمہاری لازوال ہمتوں اور بے مثال جذبوں کے سامنے کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی۔ دریا، سمندر، پہاڑ اور صحرا تمہارے آگے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔اگر صحرا اور ریگزار یعنی مشکلات و مصائب بھی آ جائیں تو تمہارے قدموں تلے روندے جائیں گے۔ طوفان تمہارے عزم و حوصلے کو پست نہ کر پائیں گے۔ سمندر کی وسعتیں اور کہساروں کی بلندیاں تمہیں خراجِ تحسین پیش کریں گی۔ تم انہیں مشکل تصور کر کے ہر گز نہ رکو اور بڑھتے رہو ۔ اے میرے شیر دل نوجوانو! اے بےمثال تیغ زنی کرنے والو! بہادری کی داستانیں رقم کرتے رہو، دشمنوں کی صفوں کو

متعلقہ شعر:

- بقول اقبالؒ ہے:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

بند نمبر 2:

مفہوم:

شاعر اس بند میں وطن کے نوجوانوں کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ تمہاری قابلیت اور بہادری پر وطن کو ناز ہے اور تمہاری تلوار پر اہلِ وطن کو فخر ہے ۔وطن کی آبرو اور سالمیت تم ہر ہی منحصرہے۔وطن کی ترقی اور تنزلی کا انحصار تمہارے کردار و عمل پر ہے۔ تمہاری جفاکشی اور فرض شناسی تمہاری قوتِ عمل سے یہ وطن دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ یہ شوق ، یہ لگن ہی تمہاری پہچان ہے ، اس میں ہر گز کمی نہ آنے دو۔ یہ عشقِ لامحدود تمہارے کردار کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔ تمہاری انفرادیت یہی محبت ہے۔ اے تیغ زن بہادرو! پیش قدمی کرتے رہو۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے:

سفر کٹھن ہی سہی جاں سے گزرنا کیا

جو چل پڑے تو راہ میں ٹھہرنا کیا

بند نمبر3:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہ: اے وطن تو نے پکارا تو
لہو کھول اٹھا
تیرے بیٹے تیرے جانباز
چلے آتے ہیں

مفہوم:

وطن کے تحفظ کی خاطر بے دریغ، دیوانہ وار تیغ زنی کرو، تم اپنا شباب اپنے وطن کی نذر کردو۔ وطن کی عزت پر اپنی بھرپور جوانیوں کو قربان کر دو۔ یہ ولولے، یہ جوش، یہ جذبہ وطن پر نچھاور کر دو کیونکہ وطن سے

محبت دین کا حصہ ہے۔ کہ اے سپاہیو! وطن تمہیں پکار رہا ہے۔ اس

بند نمبر 4:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: سر بیچ کر متاعِ دل و جاں
خریدنا
سودا ہے وہ کہ جس میں
خسارہ نہیں کوئی

مفہوم:

شاعر کہتے ہیں کہ اے میرے مردِ مجاہد! تیری زندگی بھی قابلِ رشک ہے اور تیری موت بھی سعادت کی موت ہے۔ تیری زندگی اول تا آخر خیر ہی خیر ہے۔ وطن بھی تیرے جیسے جیالوں پہ ناز کرتا ہے۔ مجاہد کا جینا مرنا عبادت ہے۔فوج ایسے سپوتوں پہ فخر کرتی ہے، مائیں ایسے بیٹوں پہ مامتا ہے خزانے لُٹاتی ہیں۔ اے فوجی جوان! اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر لڑ کہ تجھے اس وطن کی سرحدوں کا دفاع

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: اختر شیرانی

نظم کا نام: بڑھے چلو

ماخذ: لالۂ طور (حصہ سوم)

حوالۂ شاعر:

____

____

حوالۂ نظم:

____

____

تشریح:

____

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

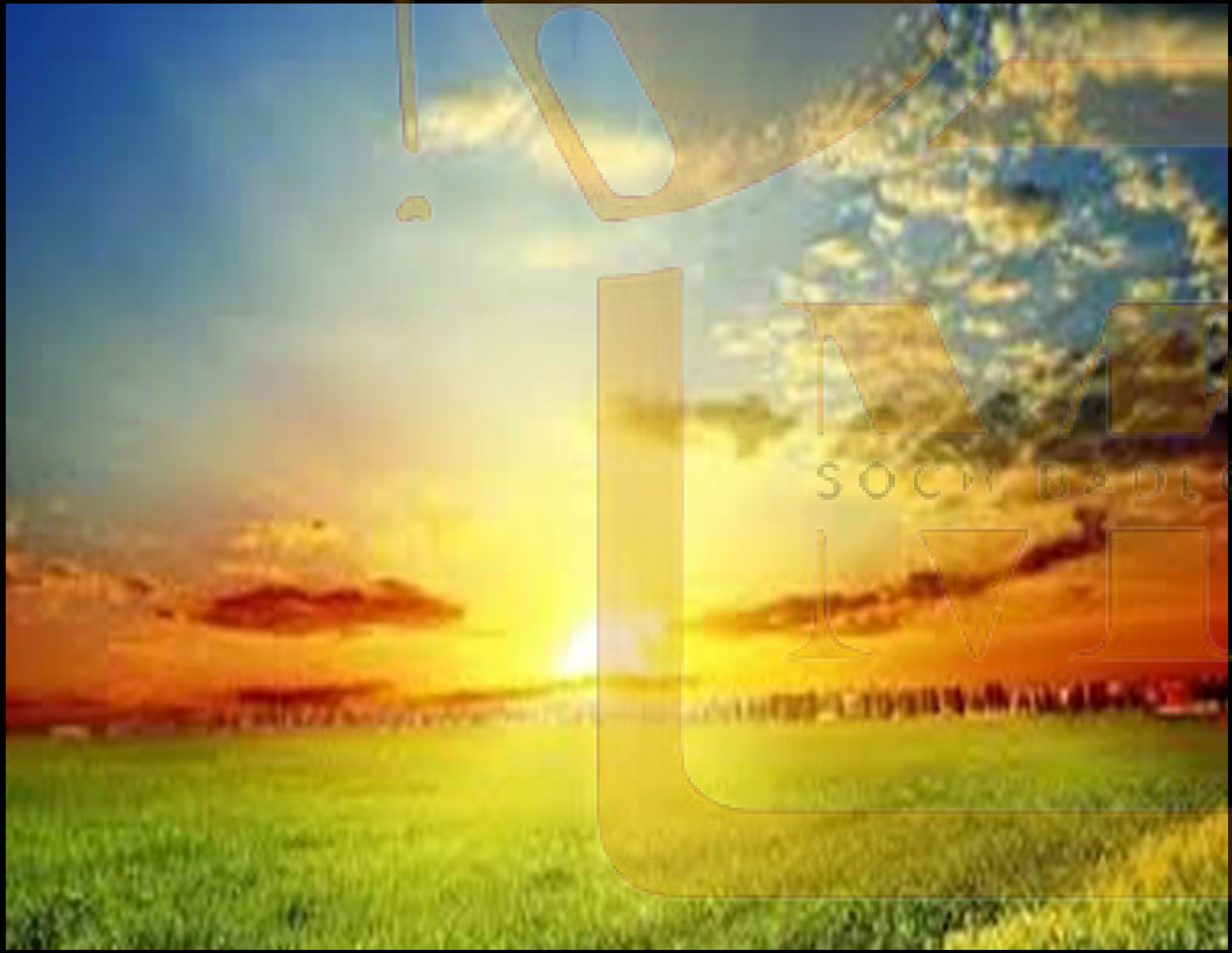

مناظرِ سحر

از

جوش ملیح آبادی

SOCH BADLO BY MAK

تعارفِ شاعر (جوشؔ ملیح آبادی)

- ولادت: 1896ء وفات: 1982ء
- جوشؔ کا اصل نام شبیر حسن خان تھا۔
- ملیح آباد، لکھنؤ میں میں پیدا ہوئے۔
- شعر گوئی کی ابتدا نو سال کی عمر سے کی۔
- آغاز میں غزلیں کہیں لیکن جلد ہی نظم کی طرف مائل ہو گئے۔
- نظموں میں مناظرِ فطرت کی عکاسی، انقلابی رنگ اور شباب کی ولولہ انگیزی پائی جاتی ہے۔
- شاعرِ فطرت اور شاعرِ انقلاب کہا جاتا ہے۔
- نظموں میں سیاسی رنگ اور احتجاجی عنصر نمایاں ہے۔
- شعری وسائل کے فنکارانہ استعمال سے اپنے کلام میں دلکشی اور رعنائی پیدا کی۔

مرکزی خیال

نظم "مناظرِ سحر" میں شاعر کہتے ہیں کہ صبح کا منظر انتہائی دلکش ہے۔ آسمان پہ تاریکی کی جگہ سفیدی کے آتے ہیں جلوؤں کا ایک طوفان چہار سو امڈ آتا ہے۔ ہر طرف پھولوں کی خوشبو پھیل جاتی ہے، سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ صحراؤں، وادیوں اور جنگلوں میں دلکش نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔پرندوں کی صدائیں لحنِ داؤدؑ محسوس ہوتی ہیں اور ہوا میں جیسے پیراہنِ یوسفؑ کی خوشبو پھیلی ہو۔ عبادت گاہوں سے بلاوے آنے لگے ہیں

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- **صبح کا نظارہ دل کو اس قدر خوشی دینے والا ہے جیسے کشمیر کے نظارے دیکھ لئے ہوں۔ پھولوں پر شبنم اس کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہی ہے۔ ہر جانب یوں خوبصورتی بکھر گئی ہے جیسے جنت کی حور کا عکس ہو۔ ہر ذرے میں کوہِ طور کے نور کی جھلک دکھائی دے رہی ہے۔**

بند نمبر 1:

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہے: روح میں کروٹیں بدلتی صبح
جھومتی کھیلتی، مچلتی صبح،

مست پنگھٹ پہ گنگناتی
صبح،جھومتی،ناچتی،نچاتی صبح

بند نمبر 2:

مفہوم:

صبح کی آمد سے ستارے بجھنے کے قریب ہو گئے، ذرات روشنی پھیلے پر مسکرانے لگے ہیں۔ چشموں کا پانی بہتے ہوئے موسیقی کے خوبصورت سُر بکھیر رہا ہے۔ آسمان پرحسین جلوے اور خوبصورت رنگ بکھر رہے ہیں۔ تازہ ہوا کی زلفیں ادھر اُدھر اڑ رہی ہیں گویا کہ کسی پری نے اپنے پر پھیلا دیئے ہوں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: تمام زادگانِ شب ،چمک چمک کے سو گئے

شرارِ آسمانِ شب، دمک دمک کے سو گئے

بند نمبر 3:

مفہوم:

صبح کے آتے ہیں کلیوں کے کھِلنے سے خوشبو پھیل گئی۔ چاند کی روشنی مدھم پڑنے سے سمندر کا پانی چمکنے لگا ہے۔ تازہ پھول مکھنے لگے ہیں اور سر سبز کھیت لہلہانے لگے ہیں۔ ہوا کے زور سے شاخیں آپس میں ٹکرانے لگی ہیں۔ ہوا اس خوبصورت منظر کو عید سے تعبیر کر رہی ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: طلوعِ صبح کا منظر عجیب ہوتا ہے
جب آسماں سے صدائے طیور دستک دے

بند نمبر 4:

مفہوم:

- رنگ بکھیرتی صبح میں صحراؤں میں ٹھنڈی ہوا کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ سرسبز وادیاں اور صاف تالاب ہر دیکھنے والی آنکھ کو متاثر کرتا ہے۔ صبح کی آمد تک آسمان پر چمکنے والا ستارہ ہو، خوبصورت مناظر سے بھرا ہوا جنگل ہو یا رواں دواں دریا ہو ہر منظر ہی دیدہ زیب معلوم ہوتا ہے۔ باغوں میں ہر جانب شبنم سے دھلے ہوئے پھول کھلتے ہیں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

وا تھے دریچے باغِ بہشتِ نعیم کے
ہر سو رواں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے

بند نمبر 5:

مفہوم:

- صبحِ صادق کے منظر میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ایسا حسن دکھائی دیتا کہ ہر آنکھ اس پہ عاشق ہو جاتا ہے۔ صبح کے وقت کی سادگی انسانی فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ فضا میں پرندوں کی چہچہانے کی خوبصورت آوازیں نغمۂ داؤد کی مانند معلوم ہو رہی ہیں اور ہوا میں پیراہنِ یوسفؑ جیسی تاثیر ہے جس سے یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:
ہے:

ہم ایسے اہلِ نظر کو تیرے حق کے لئے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

بند نمبر 6:

مفہوم:

- تازہ پھول اور ان پہ پڑی شبنم ایسا چمکتے ہیں گویا مسکرا رہے ہیں۔ بت خانے کی خوبصورتی، مساجد سے اللہ اکبر اور اذان کی صدائیں اور برہمن کی عبادتیں اور دعائیں سب صبح کی آمد کے بعد کے قابلِ دید مناظر ہیں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ـہ: ستارہ صبح کی رسیلی جھپکتی آنکھوں میں ہیں فسانے
نگارِ مہتاب کی نشیلی نگاہ جادو جگا رہی ہے

بند نمبر 7:

مفہوم:

- وقتِ سحر خالق کا مخلوق سے رابطہ ہوتا ہے، تب سب کے دکھی دل سکون پاتے ہیں۔ یہ وقت رحمت برسنے کا ہوتا ہے لہٰذا اس وقت آرام نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ سے دعا میں بےحد مزہ ہے اس لئے اپنے غرور کو ترک کر کے عاجزی سے اللہ رب العزت کے سامنے سرنگوں ہونا چاہئے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: میں سخن ربِ احد کے فضل سے کرنے لگا
استعاروں کی چمک میرے خزانوں سے اٹھی
گھنٹیاں، ناقوس،تاشے،سب گلابِ صبح ہیں
پر سحرخیزی کی خوشبو بس اذانوں سے اٹھی

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: جوشؔ ملیح آبادی

نظم کا نام: مناظرسحر

ماخذ: دیوانِ جوشؔ (طبع اول)

حوالۂ شاعر:

حوالۂ نظم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

شکست کی آواز

از

میراجی

SOCH BADLO BY MAK

تعارفِ شاعر (میرا جی)

- ولادت1912ء وفات: 1949ء
- اصل نام محمد ثنا اللہ ڈار اور تخلص میراؔ جی تھا۔
- میراؔ جی کی پیدائش لاہور میں ہوئی۔
- مغربی شعرا کے مطالعے سے جدید شعری میں نئے تجربات کامیابی سے کئے۔
- ان کی نظموں میں ہندوستانی تہذیب کا ارضی پہلو نمایاں ہے۔
- نظم کو خارجی حقیقت نگاری سے نکال کر انسانی باطن میں اتارا اور نظم کو سطحی معنویت کو ہمہ جہت بنایا۔

مرکزی خیال

نظم "شکست کی آواز" میں شاعر "میراجی" کہتے ہیں کہ ان کے ارادے بہت بلند ہیں۔ وہ کائنات کے حقائق جاننا چاہتے ہیں لیکن یہاں بہت سے لوگ سستی اور کاہلی کا شکار ہیں۔ یہ لوگ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے قدرت کی طرف سے معجزے کے منتظر رہتے ہیں۔ اور حالات کی خرابی کاذمہ دار تقدیر کو ٹھہراتے ہیں۔

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- میرے دل نے مجھے عجیب الجھن میں ڈال دیا ہے کہ ہر کام کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔

شعر نمبر 1:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر: ہے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 2:

مفہوم

- **میرا دل نت نئے رستوں کی تلاش کر کے کائنات کی ہر شے مسخر کرنا چاہتا ہے۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہ: ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 3:

مفہوم

- میرا دل چاہتا ہے کہ میلوں کی مسافت کو ایک پل میں طے کر لوں اور اپنے خیالات کو حقیقت کی شکل دے دوں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: کئے جائیے سعئ تسخیرِ فطرت
ابھی روز ہائے نہاں اور بھی ہیں

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- میرا دل کہتا ہے کہ میں ان جہانوں کی سیر کروں جو سمندر کے نیچے موجود ہیں اور پہاڑوں میں سالوں سے منجمد پڑے ہیں۔

شعر نمبر 4:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:
ہے:

تہی، زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 5:

مفہوم

- میری امنگ چاہتی ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ذرہ بن کر مٹھی میں سما جائے اور جس چیز کا احاطہ ممکن نہیں وہ چیز ایک لمحہ بن کر گرفت میں آ جائے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

مہر و مہ لگتے ہیں اپنے جسم کے ذرے مجھے

سوچتا ہوں کون سی منزل ہے یہ تسخیر کی

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- میرے ارادے جتنے بھی اونچے ہوں ان کو پانے کے لئے کوشش کرنی پڑے گی لیکن اس کا احساس سیدھے سادے لوگوں کو نہیں ہو سکتا۔

شعر نمبر 6:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: میرا دکھ یہ ہے کہ میں اپنے ساتھیوں جیسا نہیں
میں بہادر ہوں مگر ہارے ہوئے لشکر میں ہوں

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- اس دنیا میں ایسےسیدھے لوگ کثرت سے بستے ہیں جن کے خیالات محدود ہیں اور جو تن آسانی کا شکار ہو چکے ہیں۔

شعر نمبر 7:

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ـہ: وہ کاہلی ہے کہ دل کی طرف سے غافل ہیں

خود اپنے گھر کا بھی ہم سے نہ انتظام ہوا

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 8:

مفہوم

- میری قوم کے افراد رسوم و رواج کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ کوشش کئے بغیر اپنی تقدیر پر شاکر ہیں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا ہے:
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 9:

مفہوم

- **وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہی ہو گا جو قدرت نے لکھ رکھا ہو گا۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ـہ: جستجو کرنی ہر اک امر میں نادانی ہے

جو کہ پیشانی پہ لکھی ہے وہ پیش آنی ہے

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 10:

مفہوم

- **ان لوگوں کو لکیر کے فقیر بننے میں سکون محسوس ہوتا ہے۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہ: وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 11:

مفہوم

- **جب میں ان کم ہمت لوگوں کو دیکھتا ہوں تو خود بھی اسی ماحول میں ڈھل جاتا ہوں۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ـہ: اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم

گھبرا گئے ہیں بے دلئ ہمرہاں سے ہم

نظم کے اہم نکات:

شعر نمبر 12:

مفہوم

- **میرا دل عجیب الجھن میں مبتلا ہے کیونکہ میرے دل میں امنگیں ابھی بھی موجود ہیں۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہے:

مقدر سے تو منزل کا گِلہ کیا خاک کرتے ہم
تمنا ہی نہیں تھی ہم سفر کو گھر بنانے کی

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: میراؔ جی

نظم کا نام: شکست کی آواز

ماخذ: پابند نظمیں

حوالۂ شاعر:

حوالۂ نظم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

ستارے

از

ن-م-راشد

تعارفِ شاعر (ن۔م۔راشد)

- ✓ ولادت: 1910ء وفات: 1975ء
- ✓ اصل نام راجا نذر محمد جنجوعہ تھا۔
- ✓ علی پور چھٹہ (گوجرانوالہ) کے گاؤں کوٹ بھاگاں میں پیدا ہوئے۔
- ✓ ن۔م۔راشد اردو روایتی شاعری سے فنی اور معنوی انحراف کی انوکھی مثال ہیں۔
- ✓ وہ سخت اور کھردرے جذبات کے شاعر ہیں جو ایک نیا رنگ لے کر ابھرے۔
- ✓ اردو نظم کے اولین معماروں میں سے ہیں۔
- ✓نظم میں ہئیت کے متعدد تجربے کیے۔
- ✓ نظموں میں پیچیدگی اور ابہام کے ساتھ ساتھ علامت

SOCH BADLO BY MAK

مرکزی خیال

نظم "ستارے" میں شاعر "ن۔م۔راشد" کہتے ہیں کہ ازل سے چمکنے والے یہ ستارے اپنی خوبصورتی اور دلکشی سے دنیا کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی خاموش زبان میں جو داستانیں سناتے ہیں وہ بےحد خوبصورت ہوتی ہیں۔ وہ اس دنیا سے غموں کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اس کو جنت کا گھوارہ بنانا چاہتے ہیں۔

نظم کے اہم نکات:

مفہوم

- چاند اور ستاروں کی ندی سے نکل کر ستارے آسمان کی وسعتوں میں پھیل جاتے ہیں۔ ان کی منزل یہ دکھوں سے بھری دنیا ہے لیکن ان ستاروں کی آمد دنیا میں تکلیف میں مبتلا لوگوں کے لئے خوشی کا پیغام ہے۔

بند نمبر 1:

متعلقہ شعر:

ہے: چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے
جو اوج ایک کا دوسرے کی پستی ہے

بند نمبر 2:

مفہوم:

ستارے اپنی مسکراہٹ سے فطرت کو جوانی عطا کر رہے ہیں۔ ان کے کلام سے دنیا والوں کی زندگی بھی مدہوش ہو رہی ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے:

حادثے سے ہار جانا فطرتِ آدم نہیں

حادثے تو کھیلتے ہیں عظمتِ آدم کے ساتھ

بند نمبر3:

مفہوم:

ان ستاروں کی یہ خواہش ہے کہ دنیا سے غم ختم ہو جائیں اور انسانوں کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں۔

متعلقہ شعر:

بقول شاعر:

ـہ:

گردش تاروں کا ہے مقدر
ہر ایک کی راہ ہے مقرر
ہے خواب ثباتِ آشنائی
آئین جہاں کا ہے

SOCH BADLO BY MAK

بند نمبر 4:

مفہوم:

- ہر ستارے کی یہ خواہش ہے کہ یہ دنیا امن و خوبصورتی کا گہوارہ بن جائے اور انسان اپنے نیک اعمال کی وجہ سے ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی جنت کی طرف لوٹ کر جا سکے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: آدمی کا آدمی ہر حال میں ہمدرد ہو

اک توجہ چائیے انساں کو انساں کی طرف

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: ن۔م۔راشدؔ

نظم کا نام: ستارے (سانیٹ)

ماخذ: کلیاتِ راشدؔ

حوالۂ شاعر:

____

____

حوالۂ نظم:

____

____

تشریح:

____

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

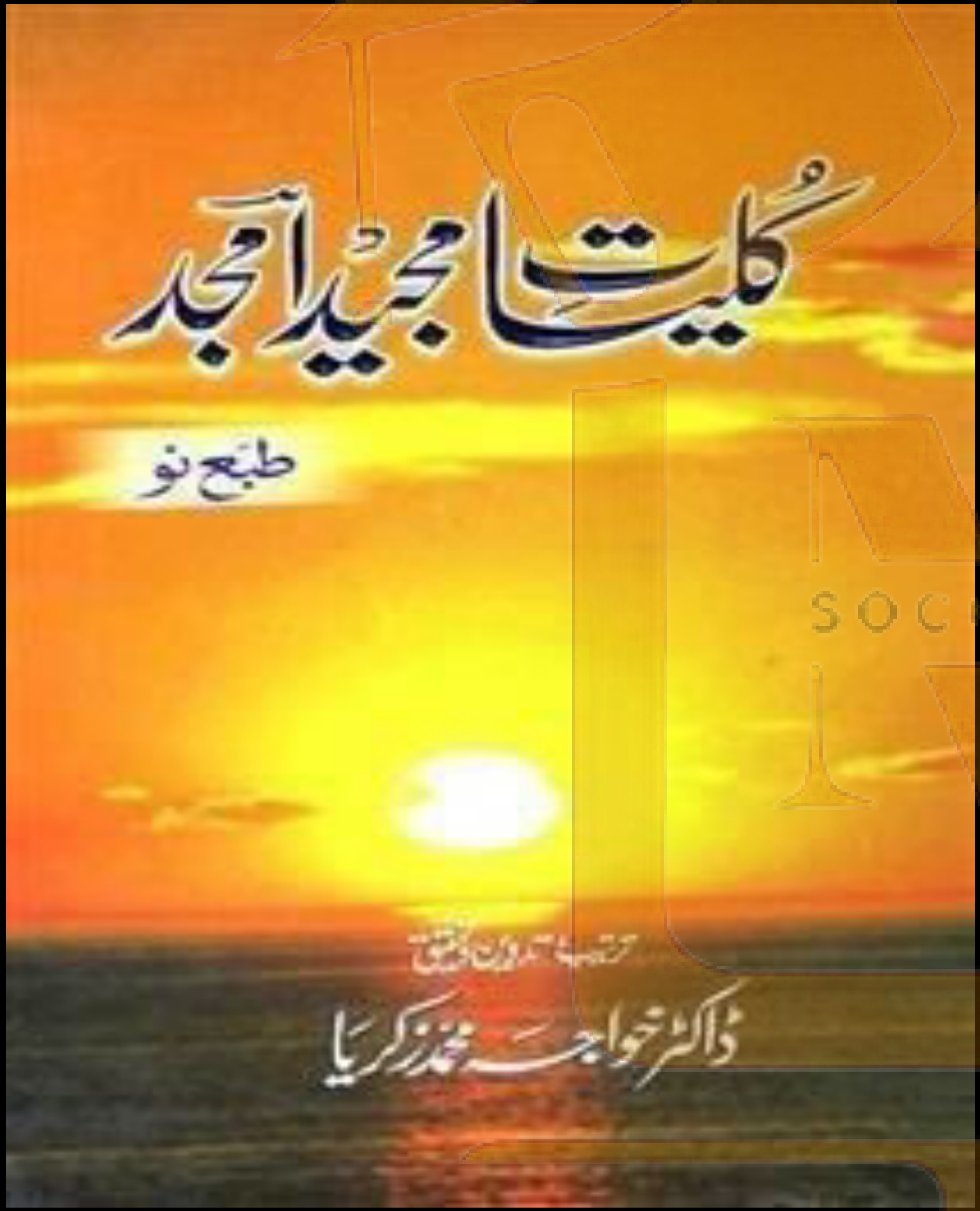

نفیرِ عمل

از

مجید امجد

SOCH BADLO BY MAK

تعارفِ شاعر (مجید امجد)

- ✓ ولادت: 1914ءوفات: 1974ء
- ✓ عبدالمجید امجدؔ جھنگ، صوبہ پنجاب میں پیدا ہ
- ✓ کم عمری میں ہی شاعری کا آغاز کیا۔
- ✓ بنیادی طور پر نظم کے شاعر تھے۔
- ✓ ذاتی کرب کو شاعری کا موضوع بنایا۔
- ✓ عصری مسائل کو شاعری کا حصہ بنا کرشاعری کے انفرادی رنگ کو اجتماعی رنگ عطا کیا۔
- ✓ ہئیت کے تجربات کر کے اردو نظم کو نئے انداز اور آہنگ سے روشناس کیا۔
- ✓ تصانیف: شبِ رفتہ، طاقِ ابد، ان گنت سورج وغیرہ

مرکزی خیال

نظم "نفیرِ عمل" میں شاعر"مجید امجد" اپنے ملک کے نوجوانوں کو حرکت و عمل کا درس دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کب تک تقدیر کو اپنی ناکامی کا سبب بتلاتے رہیں گے، آج ملک ہماری کاہلی و سستی کی وجہ سے تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان اندھیروں کو دور کرنے کےلئے ہم پہ لازم ہے کہ سب مل کر محنت کریں، کسی طاقتور سے نہ ڈریں اور مکر و فریب اور دھوکے بازی سے بچتے ہوئے ملک کی فلاح کے کام کریں۔

نظم کے اہم نکات:

بند نمبر 1:

مفہوم

- **اے میرے ملک کے نوجوانو! آخر کب تک اپنی تقدیر کا شکوہ کریں، کب تک تدبیروں کی ناکامی کا رونا روئیں، کب تک آسمان کو اپنے حالات کا ذمہ دار ٹھہرائیں اور کب تک زندگی کے دنوں کی بےوفائی کا تذکرہ کریں۔ آؤ اس شکوہ و شکایات والی عادات کو ترک کر کے عملاً" کسی کام کا آغاز کریں۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہے: خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بند نمبر 2:

مفہوم:

آج وطن کے باغوں میں خزاں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ آج ہماری آرام گاہیں اور درسگاہیں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ وقت کی ضرورت کو سمجھ کر آؤ حالات کا رُخ بدلیں اور ملکی ترقی کے لئے کام کریں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے

بند نمبر 3:

مفہوم:

آؤ اس تباہ حال بستی کو پھر سے آباد کریں،روایتی سوچوں کے غلاموں کو اس قید سے آزاد کروائیں۔ محنت کے لئے شیوۂ فرہاد اپنائیں کیونکہ محنت سے ہی حالات کی تبدیلی ممکن ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہ: سنگِ گراں ہے راہ میں حائل تو کیا ہوا

منزل چھپی ہوئی تو میرے حوصلوں میں ہے

بند نمبر 4:

مفہوم:

دنیا میں محبت ختم ہو گئی ہے، بھائی بھائی کا دشمن ہو چکا ہے، وفا نام کی نہیں ہے۔ آؤ وفا کو ایک بار پھر عام کریں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: نفرت کی یہ فصل تمہاری اک دن رنگ وہ لائے گی
ہاتھ کی گرہ دانتوں سے بھی نہ تم سے کھل نہ پائے گی

بند نمبر5:

مفہوم:

دنیا کی طاقتوں سے ہمارے ملک کے نوجوانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم نوجوان ہیں اور نوجوان ہر مشکل و مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ـہ:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بند نمبر 6:

مفہوم:

اپنے اندر سے ان برائیوں کو ختم کر دو۔ مکر فریب کی عادت ترک کر کے اپنے اندر اخلاص و محبت جیسی خوبیاں پیدا کرو اور ساری قوم کو اپنے ساتھ لے کر ترقی کے راستے پہ گامزن ہو جاؤ۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ہے: تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے

خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں

تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: مجید امجدؔ

نظم کا نام: نفیرِ عمل

ماخذ: روزِ رفتہ

حوالۂ شاعر:

حوالۂ نظم:

تشریح:

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

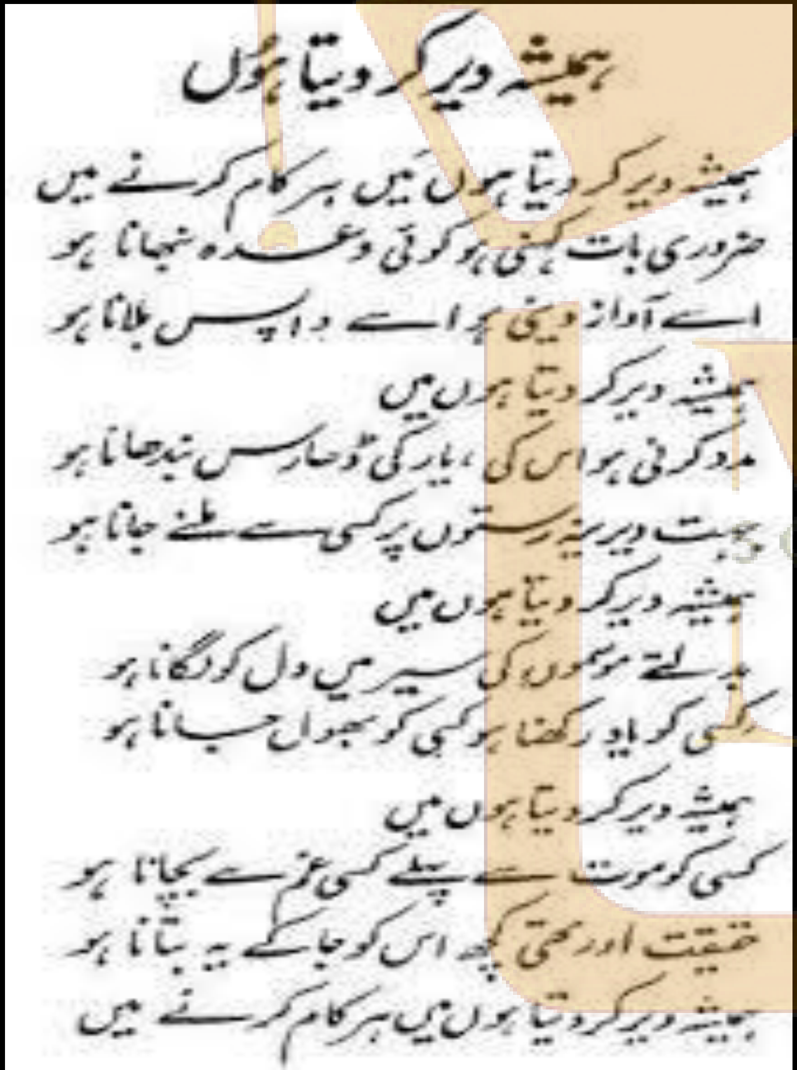

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں
ضروری بات کہنی ہو کوئی وعدہ نبھانا ہو
اسے آواز دینی ہو اسے واپس بلانا ہو

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
مدد کرنی ہو اس کی، یار کی ڈھارس بندھانا ہو
بہت دیرینہ رستوں پر کسی سے ملنے جانا ہو

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
بدلتے موسموں کی سیر میں دل کو لگانا ہو
کسی کو یاد رکھنا ہو کسی کو بھول جانا ہو

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں
کسی کو موت سے پہلے کسی غم سے بچانا ہو
حقیقت اور تھی کچھ اس کو جا کے یہ بتانا ہو

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں

ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں

از

منیرؔ نیازی

تعارفِ شاعر (منیرؔ نیازی)

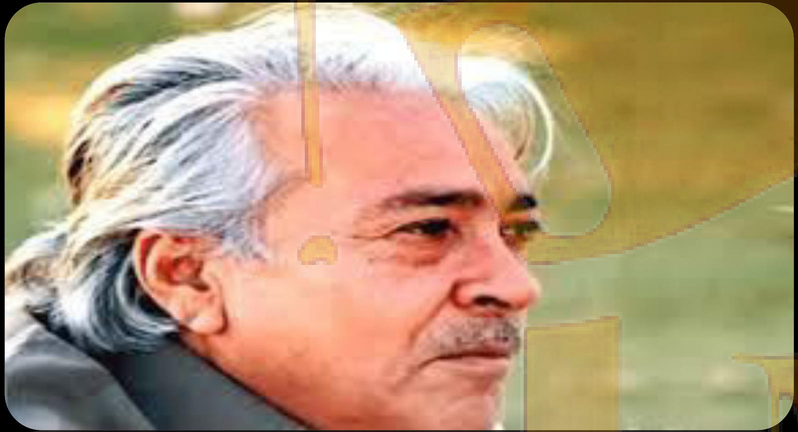

- ولادت: 1928ء وفات: 2006ء
- ضلع ہوشیار پور کے گاؤں خان پور میں پیدا ہوئے۔
- منیر نیازی تحیر کے شاعر ہیں۔
- ان کی شاعری اپنے عہد کی ترجمانی کرتی ہے جو نئے رموز و علامات کے ساتھ سامنے آتی ہے۔
- والہانہ سرشاری کا عنصر بھی ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔
- ان کا لہجہ عام اسلوب سے بہت مختلف ہے۔
- ادبی خدمات کے صلے میں حکومتِ پاکستان کی جانب سے کمالِ فن اور ستارۂ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔
- تصانیف: تیز ہوا اور تنہا پھول، جنگل میں دھنک،

مرکزی خیال

اس نظم میں انسان کی لاپرواہی، سستی اور غفلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ بہت سے ایسے اہم کام ہماری فی الفور توجہ کے طالب ہوتے ہیں لیکن ہماری ترجیحات میں ان کو ہماری لاپرواہی کے سبب کہیں جگہ نہیں ملتی۔ ان کی اہمیت کا احساس ہمیں وقت گزرنے کے بعد ہوتا ہے اور تب سوائے پچھتاوے کے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نظم کے اہم نکات:

بند نمبر 1:

(ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں ----- اسے واپس بلانا ہو،ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں)

مفہوم

- میں زندگی میں ہر کام کرنے میں دیر کر دیتا ہوں، چاہے کوئی ضروری بات کرنی ہو، کسی سے کیا گیا کوئی وعدہ نبھانا ہو یا کسی کو پکار کر واپس بلانا ہو۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

بند نمبر 2:

(مدد کرنی ہو۔۔۔کسی سے ملنے جانا ہو، ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں)

مفہوم:

- کسی کی مدد کرنی ہو یا کسی کو حوصلہ دینا ہو،کسی پرانے رستے پرکسی سے ملنے کےلئے جانا ہو، تمام صورتوں میں مجھ سے دیر ہو جاتی ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ے: خود مجھ کو بھی تا دیر خبر ہو نہیں پائی
آج آئی تیری یاد اس آہستہ روی سے

بند نمبر3:

<u>(بدلتے موسموں۔۔۔۔ بھول جاتا ہو، ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں)</u>

مفہوم:

- **موسموں سے لطف اٹھانا ہو،کسی دوست کو یاد کرنا ہو یا کسی کو بھلانے کی کوشش کرنی ہو، میں ہمیشہ ان کاموں میں دیر کر دیتا ہوں۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہے: اتنے آرام طلب ہو تو محبت میں فراز

میر بن جاؤ گے فرہاد نہیں ہونے کے

بند نمبر 4:

(کسی کو موت سے .... یہ بتانا ہو، ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں)

مفہوم:

- کسی مرتے ہوئے شخص کے غموں کو ہلکا کرنا ہو یاکسی کی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہو میں ہمیشہ ہر کام میں دیر کر دیتا ہوں۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

ؔ: اٹھ گئی ہیں سامنے سے کیسی کیسی صورتیں
روئیے کس کے لئے کس کس کا ماتم کیجئے

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: منیرؔ نیازی

نظم کا نام: ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں

ماخذ: ساعتِ سیار

حوالۂ شاعر:

حوالۂ نظم:

تشریح:

امید

مولانا الطاف حسین حالی

پیدائش: 1837 وفات : 1914

SOCH BADLO BY MAK

تعارف شاعر

مولانا الطاف حسین حالی پانی پت میں پیدا ہوئے ۔ حالی نے بہت سی نظمیں لکھیں اور جدید نظم نگار شعراء کو متاثر کیا ۔ مولانا حالی اور آزاد دونوں کی مشترکہ کوششوں سے اردو شاعری بہت حد تک تبدیل ہوگئی اور اس میں پہلی بار مشرقی خیالات کے ساتھ مغربی خیالات بھی سامنے آئے ۔ حالی نے غزل کو بھی جد ید رنگ میں ڈھالا اور روایت کی بے جا تقلید کے بجائے تازگی بیان پر توجہ دی۔ حالی کی غزل میں میر و غالب کا سا تغزل ملتا ہے جب کہ ان کی نظمیں جذبہ حب الوطنی اور اصلاح ملت کا ثبوت ہیں ۔ اردو شاعری میں پہلی مرتبہ حالی نے قومی ، سیاسی اور ساری موضوعات پر طبع آزمائی کی ۔ حب الوطن، چپ کی داد، نشانی امید اور مناظرہ رم انصاف جی نظمیں اس کی درخشندہ مثالیں ہیں ۔ حالی نے پانی پت میں وفات پائی۔ تصانیف: مقدمہ شعر و شاعری، حیات جاوید ،حیات سعدی وغیرہ ۔

مسدس

مسدس نظم کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔پہلا ،دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔پانچواں اور چھٹا مصرع الگ ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ مسدس میں بندوں کی تعداد اور موضوع پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔

بند نمبر 1

- اے ناامیدی تو یوں میرے دل کی آس ختم نہ کر،اے امید ذرا تو ہی اپنا چہرہ دکھا دے کیونکہ مایوس لوگ تیرے منتظر ہیں جلدی آ اور ان غمزدہ دلوں کے حوصلے بڑھاتی جا۔تیری ہی وجہ سے لوگ پھر سے جی اٹھتے ہیں وہ مکمل تباہ شدہ کھیت امید کے بل پر سرسبز ہو کر لہلہاتے ہیں۔

اتنا بھی ناامید دل کم نظر نہ ہو

ممکن نہیں کہ شام الم کی سحر نہ ہو

بند نمبر2

- جب حضرت نوح کی کشتی دریا میں بہنےلگی اور ان کی پوری قوم غرق آب ہوگئی تو اس وقت ا ن کے ساتھیوں کو یہ امیدی تھی کے ہم خیر یت کے ساتھ خشکی پر اتر جائیں گے۔ اسی طرح حضرت یعقوب حضرت یوسف کے والد تھے وہ اپنے بیٹے حضرت لوسف کی جدائی میں دن رات روتے رہتے تھے۔ لیکن امید نے ہی انھیں یہ تسلی دی تھی کہ ایک نہ ایک دن یوسف سے آپ کی ملاقات ضرور ہوگی اور تو کنعاں (جوان کا وطن تھا) میں خوش ہو جائے گا۔ جب حضرت یوسف زلیخا سے جدا ہو گئے تو امید نے آ کر اس کا دکھ درد بانٹ لیا اور پھر جب یوسف کو چوری کے الزام میں مصر میں ایک قید خانے میں بند دیا گیا تو وہاں بھی امید نے ان کا دل رکھا اور انہیں مایوس نہیں ہونے دیا۔

پہلی سیڑھی پر قدم رکھ آخری سیڑھی پر نظر

منزلوں کی جستجو میں رائیگاں کوئی پل نہ ہو

بند نمبر 3

- اے امید تو نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو مایوسی کے سمندر میں ڈوبنے والے تھے خشکی پر لا کھڑا کیا۔وہ دل جو مایوس ہو کر ہمت ہار چکے تھے انہیں فتح کی روشن کرن دکھا کر دوبارہ میدان عمل میں اتارا۔اجڑے ہوئے بے نور گھروں میں تیرے دم سے رونق ہے ۔بہت سے لوگ جو بے کار زندگی بسر کر رہے تھے تو انہیں راہ عمل پر لائی۔

کچھ اور بڑھ گئے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا

مایوس تو نہیں ہیں طلوع سحر سے ہم

بند نمبر 4

- اے امید! تیری ہی وجہ سے ہر بوڑھے اور نوجوان کو حوصلہ ملتا ہے اور یہ حوصلہ طاقت اور توانائی حاصل پیدا کرتا ہے اور ہر چھوٹا بڑا تیرے ہی سہارے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کو یہ ڈھارس ہوتی ہے کہ اگر ہم محنت کریں گے تو امید ہے ہم کامیابی سے ہمکنار ہو جا ئیں ۔ تیری وجہ سے ہی دنیا کا سارا نظام چلتا رہتا ہے اگر تو ہم میں سے نکل گئی تو زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور سارے لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیں گے۔ اگر امید نہ ہوتو ساری رونقیں اور تمام چہل پہل ختم ہو جائے گی اور دنیا ایک ویرانہ بن جائے گی۔

بند نمبر5

- اے امید! تو نے بہت سے لا چار اور نامراد لوگوں کو بہت کچھ دیا ہے جو لوگ فقیر تھے انھیں بھی تو نے مالدار بنا دیا ہے انھوں نے اپنی غربت اور موجودہ حالت کو تبدیل کرنے کے لیے تمہارا سہارا لیا اور تو نے ان کو مایوس نہیں کیا۔ تو نے ان لوگوں کو بھی بہت کچھ دیا جن کی ان میں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ لوگ جو کمزور تھے اور کشتیاں چلاتے تھے تو نے ان کو بھی سعی و جدوجہد کے ذریعے بادشاہت عطا کی ۔ سکندر اعظم جب کچھ کرنے کی امید پرآگے بڑھا تو کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے اور اسے ایران کے کئی خاندان کے بادشاہوں جیسا رعب ودبد بہ عطا کیا۔ کو لمبس کوبھی امید کا سہارا تھا کہ وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لیے اسے امریکہ کی صورت میں جہان نو ملا۔

جو یقین کی راہ پہ چل پڑے

انہیں منزلوں نے پناہ دی

بند نمبر 6

- راستے پر چلنے والے وہ مسافر جو بے سروسامان ہوتے ہیں اور جن کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا اور جن کے ہاتھ دنیاوی سامان سے خالی ہوتے ہیں ۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نہ ان کا کوئی رہبر ہوتا ہے جو منزل تک پہنچانے میں ان کی رہنمائی کر سکےاور ان کا کوئی دوست ہوتا ہے جس سے وہ اپنے دل کے اندر کے پوشیدہ راز کہہ لیں۔ لیکن ان تمام سہاروں کے نہ ہونے کے باوجود وہ مسافر امید کے بل بوتے پر یوں خوش خوش آگے بڑھتے ہیں کہ جیسے تھوڑی دور جا کران کوخزانے مل جائیں گے اور وہ مالا مال ہوجائیں گے۔

مرے جنوں کا نتیجہ ضرور نکلے گا

اسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا

بند نمبر 7

- مولانا حالی امید کی کرشمہ سازیوں کا ذکر کر تے ہوئے کہتے ہیں کہ زمین میں ہل چلانے والا کسان جب زمین میں بیج بونے کے لیے اٹھتا ہے تو اسے وقت کے گزرنے کا بالکل بھی احساس نہیں ہوتا وہ امید کا دامن پکڑ کے دن رات سخت محنت کرتا ہے اور مہینوں تک بے آرامی اور بے چینی کو اس لیے برداشت کرتا ہے کہ اسے امید ہوتی ہے کہ ان سخت مشقت کا پھل ضرورمل کر رہے گا۔ اگر یہ امید نہ ہو تووہ محنت چھوڑ دےگا دنیا کے لوگ بھوکوں مرجائیں گے اورہرطرف سے چیخ و پکار شروع ہو جائے گی۔

کم ہمتی سے کیوں نہ ہوتوہین زندگی

انسان کا وقار تو عزم جہاں میں ہے

بند نمبر 8

- اے امید !جب تک تو ہمارے ساتھ ہے تو پے درپے مصبتیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ۔ غموں کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑیں تو تیرے ہوتے ہوئے ہمیں کسی دکھ درد کی پروا نہیں ہم ہر مشکل کا مقابلہ اس امید پر کریں گے کہ فتح ہماری ہو گی۔

سنگ گراں ہے راہ میں حائل تو کیا ہوا

منزل چھپی ہوئی تو میرے حوصلوں میں ہے

مرکزی خیال

- امید ہی زندگی کا حسن اور جینے کا اصل سہارا ہے اسی کی بدولت انسان مشکل حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے یہ دکھی دلوں کے لیے راحت کا سامان ہے۔اسی کی وجہ سے دنیا کا نظم و نسق چلتا ہے ۔

بسم الله الرحمن الرحيم
WWW.ALBUMISLAM.COM

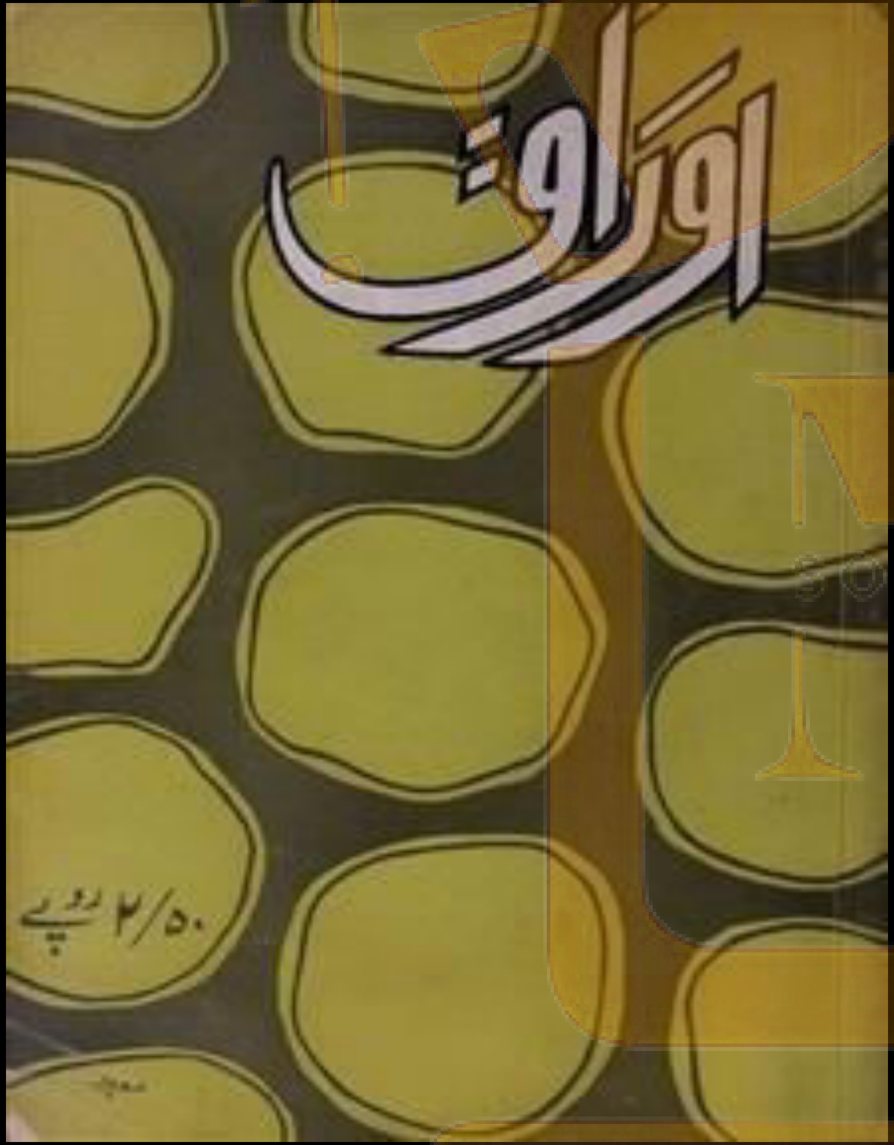

بڑے ڈرپوک ہو!

از

وزیر آغا

SOCH BADLO BY MAK

تعارفِ شاعر (وزیر آغا)

- ✓ ولادت: 1922ء   وفات:2010ء
- ✓سرگودھا میں پیدا ہوئے۔
- ✓نظم نگاری میں نت نئے تجربات سے جدت پیدا کی۔
- ✓ ادبی جریدے اوراق کے مدیر رہے۔
- ✓ بطور شاعر، نقاد اور صحافی قابلِ قدر مقام رکھتے ہیں۔
- ✓اچھوتے، نادر اور منفرد موضوعات کی بنا پر انشائیہ نگاری میں اہم مقام حاصل کیا۔
- ✓ تصانیف: اردو ادب میں طنز و مزاح (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ، اردو شاعری کا مزاج، گھاس پر تتلیاں، معانی اور تناظر، شام کی منڈیر وغیرہ

مرکزی خیال

اس نظم میں شاعر ستاروں کو "ڈرپوک" کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔ شاعر کے مطابق تارے بہت بزدل ہیں جو رات کی تاریکی پھیلتے ہی نکلتے ہیں اور صبح ہونے سے پہلے ہی واپس اپنے ٹھکانوں کو لوٹ جاتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔شاعر تاروں کو کہتا ہے کبھی سورج کو دیکھو کہ وہ کیسی شان سے دن کی روشنی میں نکلتا ہے

نظم کے اہم نکات: بند نمبر 1:

(بڑے ڈرپوک ہو تارو!------ نہ جیتے ہو نہ مرتے ہو)

مفہوم

- **اے تارو! تم بہت ڈرپوک ہو جو صرف رات کو سب سے چھپ کے نکلتے ہو اور تاریکی کے بدن میں میخ گاڑھتے ہو۔**

متعلقہ شعر:

- **بقول شاعر:**

ہ: چمک چمک کے ستارو! مجھے فریب نہ دو

تم اپنی رات گزارو مجھے فریب نہ دو

بند نمبر 2:
(بڑے ڈرپوک ہو تارو۔۔۔ کس قدر بے انت ہوتا ہے)

مفہوم:

- اے تارو! تم جو ڈر کی وجہ سے باہر نہیں نکلتے تم نے کبھی روشن دن کے جلوے نہیں دیکھے۔

متعلقہ شعر:

- بقولِ شاعر:

ع: سرکتی جائے ہے رُخ سے نقاب آہستہ آہستہ
نکلتا آ رہا ہے آفتاب آہستہ آہستہ

بند نمبر 3:

(کبھی دیکھا نہیں ۔۔۔ فقط شب کو نکلتے ہو!)

مفہوم:

- اے تارو! تم نے کبھی نکل کر سورج کو نہیں دیکھا جو بےخوف و خطر چمکتا ہوا نکلتا ہے اور آخر شام کے ہنگامے میں سفر کرتا ہوااپنی منزل تک جا پہنچتا ہے۔

متعلقہ شعر:

- بقول شاعر:

پا چکا فرصت درود فصلِ انجم سے سپہر
کشتِ خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ کار

نظم پارے کی تشریح:

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: وزیرآغا

نظم کا نام: بڑے ڈرپوک ہو!

ماخذ: اوراق- اگست 1995ء

حوالۂ شاعر:

____

____

حوالۂ نظم:

____

____

تشریح:

____